یورپ کا [illegible]ت

مولوی سید محمود مشیر بی اے۔ بی ایل

جسمیں

بیسویں صدی کی دستوری ترقیوں کا حال اور جرمنی، فرانس، اٹلی اور روس

وغیرہ ملکوں کے دستور حکومت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے

حسب فرمائش

۷۸۶

ہندوستان میں روس کا نام سب سے پہلے ترکی روسی جنگ کے زمانہ میں سنا گیا تھا ہندوستانی ہمیشہ روسیوں کی تاریخی اور جغرافی اہمیت سے نابلد رہے ہیں جب ۱۹۱۸ء میں زار کا تخت تباہ ہوا تو ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں خوشی ضرور ہوئی کیونکہ زار کا خاندان اسلام کی دشمنی کے لیے ہمیشہ مشہور رہا ہے جنگ کا زمانہ تھا مسلمان اپنی خوشی کو ظاہر کر سکے۔

دوسری بات یہ بھی تھی کہ زار کا خاندان برطانیہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور جنگ کی ہیبت کی وجہ سے ہندوستان مخوف ہو رہا تھا زار کی تباہی کے بعد دنیا کے اخباروں میں ایک حیرت انگیز لغو بیانی کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ہم لوگ یہ ہمیشہ سنتے رہے کہ "بالشویک" کی جماعت اب تک کی حالت میں ہے جب بالشویکوں نے اپنے تمام دشمنوں کو مار بھگایا تب یہ پروپگنڈا جاری ہوا کہ یہ درندے قتل و غارت میں بہت طاق ہیں ان کے اخلاق ایسے پست ہیں کہ کوئی عورت کسی کی مخصوص بیوی نہیں شقی ایسے ہیں کہ بچوں کو ماں کی گود سے زبردستی کھینچ منگاتے ہیں۔

اسی قسم کا پروپگنڈا جاری رہا لیکن آہستہ آہستہ حقیقت کا پردہ اٹھتا گیا اور خود آزاد خیال انگریزوں نے روس میں جا کر ان کے حالات کا

مطالعہ کیا اور ان افسانوں کی قلعی کھول دی ہندوستانیوں کو جو کچھ روس کا حال معلوم ہوا وہ پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر سری نواس آئنگر کے ذریعہ معلوم ہوا۔

روس قبل از جنگ | ہندوستانی جب کبھی روسیوں کا نام لیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ انگریز، فرانسیسی اور اطالوی کی طرح ایک قوم ہے روسیوں کا ملک یورپ اور ایشیا کے بہت بڑے حصہ میں پھیلا ہوا تھا اور دنیا کا ۱/۶ حصہ زار کے زیر نگین تھا وہاں ریاستہائے متحدہ امریکہ سے دوگنی آبادی تھی ہندوستانیوں کے کانوں میں یہ بار بار کہا جاتا ہے کہ یہاں چونکہ مذاہب اور اقوام کا مجموعہ مرکب ہے اسلیئے یہاں آزادی کی صلاحیت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی لیکن شاید خود ہندوستانیوں کو سنکر تعجب ہوگا کہ مذہب اور قومیت کی بہت زیادہ اختلافات کے باوجود روس میں صرف خود آزاد رہنے کی صلاحیت نہیں تھی بلکہ دوسروں کو غلام بنانے کی بھی۔

سلطنت بجو نجر ہی | پہلے پہلے تاجروں نے روس کی سرحد پر تجارت شروع کی اور تب آباد ہونے والے آئے آہستہ آہستہ اندرونی ملک کے باشندے مفتوح ہوتے گئے تیرہویں صدی میں روس تاتاریوں کے زیر نگین رہا اور پندرہویں اور سولہویں میں (Byzantin) بائزنٹائم کے مذہبی و سیاسی عقائد کے زیر اثر تھا پیٹر اعظم نے (۱۶۸۹ء سے ۱۷۲۵ء) پہلے پہل روس میں یوروپین تہذیب و شائستگی کو داخل کیا لیکن اوس کی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی سارے روس پر کچھ زیادہ اثر نہ ہوا۔

روس انیسویں صدی میں | اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں سارے روس نے یورپ کی سیاست میں باضابطہ حصہ لینا شروع کر دیا۔

فرانسیسی انقلاب کے غلغلہ نے زار کے تخت کو متزلزل نہیں کیا جب نپولین روس پر حملہ آور ہوا تو مبصرین سیاست نے کہدیا کہ اسکے برے دن آگئے نپولین کی پسپائی تاریخ کا ایک خونی واقعہ ہے روس کو ہمیشہ یہ آسانی رہی ہے کہ وہ فاتح ہو سکتا ہے لیکن اسے مفتوح کرنا اسکی جغرافی حالت کی وجہ سے سخت مشکل ہے۔

روس کی سیاسی ترقی

ملک کی وسعت، اقوام کا تعدد، فوجی نظام مشرقی روایات اور شائستگی کی کمی، روس میں مطلق العنان حکمران قائم رکھنے کی موید تھیں حکومت شروع ہی سے استبداد پسند رہی اور اسنے اپنا رویہ ہمیشہ یہی رکھا۔ زار والاتبار نے کبھی کبھی شان خسروی میں حکومت عوامی (Popular Govt) کی طرف قدم بڑھایا لیکن ان کی نیت یہ کبھی نہ ہوئی کہ عوام کو کچھ فائدہ بھی پہونچے۔ عوام کے نائبین کو حکومت میں شریک کرنا اسکے لئے ممکن نہ تھا ۱۸۴۸ء میں جب فرانس، اطالیہ اور پرسیہ میں نئے دستور وضع کیئے گئے تو عمومیت (Democracy) کی ہوا آسٹریا میں بھی پہونچی لیکن روس پر پھر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔

الکزنڈر دوم اور زرعی غلامی کا استیصال

۱۸۵۹ء تا ۱۸۶۶ء

زار الکزنڈر دوم نے زرعی غلامی کا خاتمہ کر دیا اور رعیتوں کو تھوڑی سی اقتصادی آزادی دے دی لیکن زمینداروں کے اختیارات کم نہیں کیئے اور نہ عوام کو قومی حکومت میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ الکزنڈر صوبوں اور اضلاع میں حکومت خود اختیاری کی داغ بیل ڈالی تھی اضلاع کی مجلسوں میں انتخاب بالواسطہ کے ذریعہ مندوبین بھیجے جاتے جنکو مقامی حکومت (Local Govt) میں تھوڑا سا اختیار حاصل ہو گیا۔

وسعت پسند تحریک دسمبر ۱۹۰۵ء Liberal Movement

اضلاع اور صوبے کی یہ مجالس ملک میں تحریک آزادی کی علمبردار تھیں۔ انھوں نے دستور کے مطالبہ اور قومی پارلیمنٹ کے انعقاد کیلئے اصرار کرنا شروع کیا۔ آزادی کی اس تحریک نے انیسویں صدی کے اختتام تک کچھ زیادہ ترقی نہیں کی کیونکہ مطلق العنان زار کی نظر میں آزادی کی طرف ہر قدم انقلاب کا مترادف تھا۔ دستور اور پارلیمنٹ کا تذکرہ بھی اخبارات میں روک دیا گیا پھر بھی کارل مارکس (Karl Marx) اور اسکے شاگردوں کی تعلیمات سے نوجوانوں کے دماغ میں اشتراکیت کے خیالات آنے لگے۔

سیاسی خیالات اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتے گئے یہانتک کہ روس اور جاپان کی جنگ کا زمانہ آگیا جس میں روس کو بحری و بری جنگوں میں شکست فاش ہوئی۔ قومی ذلت کی وجہ سے زبردست احتجاج شروع ہوا اور مطلق العنانی کے قلعہ میں تزلزل واقع ہوگیا۔ باوجود سخت مظالم کے عمومیت پسند (The Social Democrats) جماعت کی تعداد میں افزونی ہوتی گئی۔ سارے ملک میں کارخانوں کے مزدوروں نے اودھم مچادی۔ اور حکمران طبقہ بہت پریشان ہوگیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ رجعتی (Reactionary) و ظالمانہ ہتکنڈوں سے کام نہیں چلیگا اس لیے محض اپنے قیام کے خاطر شاہنشاہی حکومت نے اس کا فیصلہ کرلیا کہ قومی پارلیمنٹ کے مطالبہ کو مان کر کے رعایت کی طرف قدم بڑھائے۔

۱۹۰۵ء کا دستور

زار نے چند فرامین صادر کیں جسکے ذریعے مطلق العنان نظام کا خاتمہ تو نہ ہوا کیونکہ اس میں اعلان تھا کہ شاہنشاہ کو عاملانہ (Executive) تفوق حاصل ہے اور اسکو پورا اختیار ہے کہ

تمام قانون ساز جماعتوں کے قوانین کو اپنے ویٹو (Veto) کے اختیار سے
مسترد کر دے اس میں اس کا بھی اعلان تھا کہ زار کے وزراء صرف زار کے سامنے
ذمہ دار ہیں پھر بھی دو ایوانوں کی قومی پارلیمنٹ قائم کی گئی ایک دار الامراء
اور ایک دار العوام (Duma) دار الامراء میں نصف ارکین شاہنشاہ کی
طرف سے نامزد ہوتے اور نصف نو برس کے لیے صوبہ کی مجالس زمینداروں
امراء، ارکین ایوان، تجارت، صنعت، چرچ اور یونیورسٹیوں کی طرف سے
منتخب ہوتے۔ رکنیت ان کے لیے مخصوص تھی جن کی عمر چالیس سال سے اوپر
ہوتی اور جن کے پاس تعلیمی ڈگریاں ہوتیں دار العوام میں ارکین کا انتخاب
اضلاع کی مجالس سے ہوتا۔ اضلاع کی مجالس میں ہر مرد کو ووٹ دینے کا اختیار
تھا۔ دار العوام میں شاہی ڈگریاں اور فوجی، خارجی سیاست معرض بحث
میں نہیں آسکتی صرف عام قوانین کے بنانے میں اسکے رضا کی ضرورت تھی۔

جہاں تک کا عذر کا تعلق تھا استبدادی نہ تھی۔ کم سے کم سنہ ۱۹۰۵ء
میں روس میں وہ دستور جاری ہو گیا جو سات سو برس قبل شاہ جون (   )
کے زمانہ میں انگلستان میں تھا۔ اس نئے دستور سے کسی نئے زمانہ کی ابتدا
نہ ہوئی۔ اور اسکے وجوہ دو تھے۔ اولاً روسی قوم نے مفوضہ اختیارات کا
استعمال نہیں جانتی تھی اور ثانیاً زار اور اسکے وزراء کے دلوں میں چور تھا۔
پہلی اور دوسری "ڈوما" میں جنکا انعقاد سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۰۷ء میں ہوا بہت
آزاد خیال اور انتہا پسند آگئے۔ ان کی گفتگو سے وزراء ہوش ہونے لگے
ڈوما (دار العوام) شاہنشاہی ڈگریوں کی پرواہ کیے بغیر اس مسئلہ پر بحث
کرنے لگا کہ زار کے وزراء کو کیونکر ڈوما کے سامنے ذمہ دار بنایا جائے۔
اصلاح کی بھی ایک لمبی چوڑی فہرست بنائی گئی جس میں سیاسی قیدیوں کو

چھوڑنے اور ذمہ داریوں کو رعیتوں میں تقسیم کرنے کے مطالبہ کے علاوہ بلا واسطہ انتخاب کا بھی مطالبہ تھا۔ بعضوں نے تو صاف صاف طور سے اسکا اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ڈوما کا کام قانون سازی نہیں ہے بلکہ انقلاب کے لئے زمین تیار کرنا ہے۔

۱۹۰۵ء کی تبدیلی دونوں ڈوما (Duma) کو برخاست کر دیا گیا اور زار اور اسکے وزراء نے نظام انتخاب میں تبدیلی کر دینے کا تہیہ کر لیا ایک شاہنشاہی ڈگری کے ذریعہ سے اسکا اعلان بھی کر دیا گیا۔ ہر مرد کو جو ووٹ دینے کا اختیار تھا وہ لے لیا گیا۔ ووٹ دینے والوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ زمینداروں، صناعوں، تجار، رعایا اور مزدوروں کی جگہیں متعین کر دی گئیں اسکا خیال رکھا گیا کہ جائداد رکھنے والوں کے ووٹ زیادہ رہیں ۱۹۰۵ء کی رعایتیں صاف طور سے کم کر دی گئیں۔

اسکے نتیجے ۱۹۰۷ء میں جو قانون بنا اور اسکے رو سے جو تیسری ڈوما منتخب کی گئی اس میں حریت پسند حضرات کا اثر بہت کم تھا۔ اور وزراء کے اختیارات کے ماتحت تھی اسی لیئے ۵ سال کا زمانہ بخیر و خوبی گذر گیا۔ چوتھی ڈوما جو ۱۹۱۲ء میں بیٹھی اسکا زمانہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ دنیا کی بڑی لڑائی شروع ہو گئی حقیقت حال یہ ہے کہ تیسری اور چوتھی ڈوما روسیوں کی نمائندگی ہی نہیں کرتی تھی۔

جنگ کے ابتدائی زمانہ کی مطلق العنانی عموم شاہی (Democracy) کی طرف ۱۹۰۵ء میں جو قدم بڑھا تھا وہ رک گیا روسی وسعت پسند (لبرل) بھی مجبور ہوا کہ اشتراکیت پسند حضرات کے ساتھ یہ یقین کر لے کہ روس میں پارلیمنٹ کا اچھا نظام دستور کے اندر رہ کر

رہ کر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ جب جنگ کی ابتدا ہوئی تو یہی خیال ہر کسی کے
دل میں موج زن تھا۔ البتہ امراء چند زمیندار اور اکثر صنعتی کاروبار کے
مالک یہ خیال نہیں رکھتے تھے۔ جنگ کے ابتدائی دنوں میں ملک بظاہر
متحد معلوم ہوتا تھا۔ ڈوما نے نہایت ہی مستعدی سے حکومت کا ساتھ
دیا لیکن جب اصلاحات کے لیے زور دیا تو اس کی رائے بھی ٹھکرا دی گئی
حکومت کے فوجی و عدالتی حکام کی ناقابلیت نے تمام طبقوں میں
غصے کی لہر دوڑا دی۔ ہر جگہ بربادی و خیانت کا دورہ تھا۔ زار نے کمال
یہ کیا کہ رجعت پسند طبقہ سے وزراء کا تقرر شروع کیا جنھیں سوائے ظلم کے
کچھ آتا ہی نہ تھا۔ ڈوما باوجود اپنی قدامت پسندی کے مضطرب ہو گئی
اور اس کا ایوان وزراء کی شکایت سے گونج اٹھا۔ اس کا بار بار
اعادہ ہونے لگا کہ غلہ جرمنی جا رہا ہے اور روسی اپنے گھروں میں بھوک اور
فاقہ کی زندگی گذارتے ہیں۔ ۱۹۱۷ء کے ابتدائی دنوں میں یہ بات زبان زد
عام و خاص تھی کہ اگر زبردست اصلاحات عمل میں نہ لائے گئے تو انقلاب
کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی مگر حکومت بڑھی پر نہ بڑھی یہاں تک کہ
انقلاب ہو گیا۔

مارچ ۱۹۱۷ء کا انقلاب یہ کیونکر شروع ہوا

پہلا روسی انقلاب ۱۹۱۷ء کے مارچ میں روس کے دارالسلطنت پٹروگریڈ
سے شروع ہوا۔ ٹھیک اسی کے بعد امریکہ میدان جنگ میں کود اٹھا۔ انقلاب
کی ابتدا جیسے ہمیشہ ہوتی ہے ہوئی۔ پٹروگریڈ کے بھوکے باشندے
سڑکوں پر غذا کا مطالبہ کرتے ہوئے نکل آئے۔ حکومت نے فوج کو
گولی چلانے کا حکم دیا لیکن فوج نے انکار کر دیا اور عوام کے ساتھ مل گئی

قید خانوں پر حملہ کر کے قیدیوں کو عوام نے چھڑا دیا۔ ڈوما کی ایک کمیٹی خود مقرر
ہوئی جس نے معاملات کو ہاتھ میں لیا ایک نئی وزارت کا انتخاب کیا
اور کام چلانے کے لیئے عارضی حکومت قائم کی اور اسکا وعدہ کیا کہ ایک
نیا دستور تیار کر دیا جائیگا زار ہمیشہ کیلیے تخت سے الگ ہو گیا۔

جس دن یہ نئی حکومت قائم کی گئی تھی اسی دن مزدوروں کے
نمائندوں نے پیٹرو گریڈ میں مزدوروں کی سوویٹ کی تنظیم کر لی تھی۔
ایک دو دن کے بعد مزدوروں اور سپاہیوں کی سوویٹ ہو گئی۔ سوویٹ
اور نئی حکومت کا مطمح نظر مختلف تھا۔ اور انھوں نے متضاد احکام
صادر کرنا شروع کر دیا۔ سوویٹ نے اپنے احکام ڈگری کے ذریعہ سے
صادر کرنا شروع کر دیا۔ جن کے آگے نئی حکومت کو سر تسلیم خم کرنا پڑا مئی
میں نئی حکومت اور سوویٹ نے وزارت متفقہ قائم کی لیکن ان کی متفقہ
کوششوں کے باوجود فوجی و اقتصادی فساد سے ملک بچ نہیں سکا۔

۱۹۱۷ء کے نومبر کا انقلاب

عمومیہ پسند طبقہ کا ایک
حصہ جو بالشویک کہلاتا ہے اس نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں
لینی شروع کر دی اور اسکا مطالبہ کیا کہ انقلاب کو سیاسی اور اقتصادی
دونوں حیثیت سے مکمل ہونا چاہیئے۔ فوج اور مزدوروں نے ان کے
بتائے ہوئے راستہ پر چلنا شروع کر دیا۔ فوری صلح اور عوام کو (ڈکٹیٹر
شپ) زعیم شاہی ان کا مقصد تھا۔ دستوری انقلاب پسند طبقہ
میں مضبوط ارادوں کے رہنما نہ تھے۔ جو کمی تھی اسے ان لوگوں نے پورا
کر دیا۔ اخیر موسم سرما میں بالشویک رہنماؤں نے پیٹرو گریڈ، موسکو، اور
دوسرے بڑے شہروں کی سوویٹ پر قبضہ کر لیا۔ یہانتک کہ ۱۹۱۷ء کے

نومبر میں فوج کی امداد سے نئی حکومت کے نکالنے میں بھی کامیاب ہوگئے۔

روس اشتمالی حکومت ہو جاتا ہے Communist

روس کا دوسرا انقلاب اس طرح پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا۔ سوویٹ کی کانگریس نے ایک کونسل لینن کی سرداری میں قائم کیا۔ اس نئی حکومت نے فوراً ان تمام طاقتوں کو جو برسر جنگ تھیں صلح کا پیام دیا۔ اور جب اتحاد ثلاثہ نے انکار کیا تو فوراً جرمنی سے ایک علحدہ صلح کے لیے نامہ پیام شروع کر دیا۔ اس حکومت نے مختلف ڈگریوں کے ذریعہ ذاتی ملکیت کا سسٹم توڑ دیا۔ اور اس کا اعلان کر دیا کہ ریل بینک کارخانے اور کان اور زمینداروں کی ضبط شدہ زمینیں غربا کے لیے ہیں زار اور اس کے خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ پادڑی، زمیندار افسر اور تعلیم یافتہ جماعتوں کے اکثر افراد یا تو قتل کر دیئے گئے یا مقید کر لیے گئے یا انھیں ملک بدر کر دیا گیا سوویٹ کے خاص حکام نے کارخانوں کا چارج لے لیا غرض یہ کہ چند مہینوں میں ملک کا نظام اشتمالی ہو گیا۔

۱۹۱۸ء کا دستور

۱۹۱۸ء کے موسم گرما میں پورے روس کی کانگریس نے اس دستور کو منظور کر لیا جو بالشویک رہنماؤں نے تیار کیا تھا۔ یہ دستور ان لوگوں کا بنایا ہوا تھا جو اسی مقصد کے لیے منتخب ہوئے تھے نہ روسی قوم کے سامنے قبول کرنے کے لیے پیش کیا یہی دستور روس کی اشتراکی Russian Socialist Federated وفاقی جمہوری سوویٹ Swet Repulic کا دستور ہے۔

۱۹۲۳ء کا اتحاد

۱۹۱۸ء کے بعد سے بعض تبدیلیاں ضرور ہوئی ہیں روس کے بہت بڑے حصے اپنی آزادی کا اعلان کر کے جمہوری سوویٹ

قائم کرچکے تھے لیکن ۱۹۲۲ء میں وہ پھر آملے اور ایک سمجھوتہ وفاقی اصول پر ہوگیا اور ۱۹۲۳ء میں اسکی توثیق ہوگئی۔

دستور سوویٹ کے اصول

روس کو سوویٹوں کی ایک جمہوریت بناکر ۱۹۱۸ء کا دستور شروع کیا گیا تھا اسکے بعد مزدور اور مظلوم عوام کے حقوق کا اعلان ہوا۔ حکام نے جو شخصی ملکیتوں کو ضبط کیا تھا اور تمام چیزوں کو قومی ملکیت قرار دیا تھا اس کی توثیق کی گئی۔ ووٹ دہندگی کے متعلق اعلان کیا گیا کہ ہر روسی جس کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ ہو بلا تفریق زن و مرد و بلا امتیاز قومیت و مذہب ووٹ دینے کا حق رکھتا ہے صرف شرط یہ ہے کہ مفید مزدوری سے روٹی کماتا ہو اور دوسروں کو ذاتی منفعت کے لیے نوکر نہیں رکھتا ہو۔ بری و بحری افواج کو بھی ووٹ دینے کا حق تھا اس کی صاف طور سے توضیح کردی گئی کہ مندرجہ ذیل طبقوں کو نہ ووٹ دینے کا حق ہوگا اور نہ افسری کا:۔

(۱) جو لوگ منفعت کی غرض سے دوسروں کو نوکر رکھتے ہیں (گھر کے خدام اس سے مستثنیٰ ہیں)۔ (۲) جو لوگ اپنی بسر اوقات ایسی آمدنی پر کرتے ہیں جو انھوں نے اپنی محنت سے نہیں کمایا ہے (مثلاً سود، کرایہ اور نفع)۔ (۳) تجارتی ایجنٹ درمیانی اور دوسرے تجار (۴) تمام قسم کے پادری (۵) وہ اشخاص جو چند خاص محکموں سے زار کی حکومت کے متعلق تھے۔ (۶) دیوانے اور وہ لوگ جن کی سزا کسی مذموم جرائم کی وجہ سے ہوئی ہے۔ دستور میں یہ بھی لکھا تھا کہ غیر ملکی باشندے اگر مفید مزدوری میں لگے ہوئے ہیں تو انھیں ووٹ دینے کا حق ہوگا۔ عمر کے متعلق اٹھارہ کی قید مقامی سوویٹ مرکزی حکام کی رضا سے اٹھادے سکتی ہے۔

خارج شدہ درجے | ناسبق سے پتہ لگے گا کہ روس میں ہر شخص کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہے انھوں نے مزدوروں کے سوا جن میں سپاہی بھی شامل ہیں سب کو خارج کر دیا ہے ۱۹۱۸ء کے دستور کا مقصد کسی عمومیت کا قیام نہ تھا بلکہ مزدوروں کی (ڈکٹیٹرشپ) زعیم شاہی قائم کرنا تھا اشتمالی حکومت کے نظریہ کے مطابق مزدوروں کے سوا تمام درجے مفت خورے اور ظالم ہیں ان کا وجود محض مضرت رساں ہے پھر انھیں سیاسی اختیارات دیکر کیوں ان کی ہمت افزائی کی جائے۔

اتحاد میں سوویٹ حکومت کی ترتیب Frame | ۱۹۲۲ء میں جو اتحاد مختلف سوویٹ میں ہوا تھا وہاں کا دستور اساسی یہ تھا "سوویٹ کی متحدہ کانگریس" سب سے بڑی حکمران طاقت رکھتی تھی۔ ایک نقشہ سوویٹ کی حکومت کی ترتیب کو ظاہر کر دیا گیا ہے دیکھو صہ ۔ اس کانگریس میں شہری حلقوں سے صنعتی مزدور فی ۲۵ ہزار ایک نمائندے کے تناسب سے رکن منتخب کرتے ہیں صوبہ کی سوویٹ فی سوا لاکھ ایک نمائندہ کے حساب سے الگ بھیجتی ہے۔ اس کانگریس کا باضابطہ اجلاس سال میں صرف ایک مرتبہ منعقد ہوتا ہے۔ اس کے دوران میں اس کانگریس کی منتخب کردہ متحدہ مرکزی عاملانہ مجلس اعلیٰ

The Union Central Executive Committee Sifreme Legislative Power

صدر طاقت Sifreme Power | وضع قانون کا کام لیتی ہے۔ اس عاملانہ مجلس میں چار سو دو ایوانوں میں بیٹھتے ہیں۔ ایک ایوان کا انتخاب کانگریس کی طرف سے ہوتا ہے جس میں چاروں جمہوریتوں کو نمائندگی آبادی کے حساب سے دی گئی ہے۔ اکیس اراکین کو اس میں منتخب کر کے روزمرہ کے کام چلائے جاتے ہیں

عاملانہ طاقت | Executive Power عاملانہ طاقت ایک کابینہ کے

کے ہاتھ میں ہے۔ عاملانہ مجلس پندرہ اراکین کو منتخب کرکے کام سپرد کر دیتی ہے
یہ کابینہ صرف عاملانہ مجلس کے سامنے ہی نہیں بلکہ متحدہ کانگریس کے سامنے
بھی ذمہ دار ہے۔ اسکا ایک رکن صدر اور چار نائبین صدر کہلاتے ہیں۔
پندرہ اراکین ہیں صدر مجلس کو چھوڑ کر ہر رکن انتظامی محکمہ جات کا صدر
ہوتا ہے۔ اس طور سے امور خارجیہ، محکمہ جنگ تجارت خارجیہ، مالیات
محکمہ مزدوران، محکمہ نہر وغیرہ وغیرہ الگ الگ رکن کے ماتحت ہیں۔
اس مجلس (The Council of People Commissionars) کے احکام پورے
یونین (Union) میں نافذ ہیں۔ اور ہر حصہ میں اُن پر فوری عمل
ہوجاتا ہے۔ اس مجلس کے اندر ایک اور چھوٹی سی مجلس ہوگئی ہے جو روزمرہ
کے کام چلا دیتی ہے۔

حکومت متحدہ کے اختیارات

دستور متحدہ نے بہت سے اختیارات
متذکرہ صدر حکام کو تفویض کر دیئے ہیں۔ صلح و جنگ، تجارت خارجیہ
صلح ناموں کی دیکھ بھال۔ غیر ملکی قرضہ جات۔ رعایتی ٹھیکوں کا دینا، ریل۔
ڈاک تار کا انتظام۔ پورے یونین میں ایک قسم کا سکہ (Currency) اعتبار
(Credit.) بانٹ قائم کرنا سب کچھ اوسی کے سپرد ہے۔ حکام یونین کے
ذمہ ان عام اصولوں کا منضبط کرنا بھی ہے جو مختلف جمہوریتوں میں قوانین
دیوانی و فوجداری، ضابطہ، مزدوری کے قوانین۔ اور مدارس کے متعلق
قائم کیئے جائیں اونکو اسکا بھی اختیار ہے کہ اگر کسی جمہوریت میں کوئی ایسا
قانون پاس ہو جو ۱۹۲۲ء کے میثاق (صلحنامہ) کے خلاف ہے تو اوس پر
اپنا ویٹو (Veto) صادر کرکے کالعدم کر دیں۔
یہ نظام حکومت عجیب ضرور ہے کیونکہ اس میں رائے دہندگی کا اصول

پیشہ (Vocational) کا ہے۔ نقشہ منسلکہ سے نظام سویٹ کی پوری

سویٹ نظام کی تحلیل

ترتیب سمجھ میں آجاویگی۔ پہلا حلقہ شہر کے
کارخانوں اور دوکان کے مزدوروں کا ہے۔ دیہی حلقے دیہاتوں میں قائم
ہیں۔ یہ حلقے (ہر کارخانہ اور دیہات میں) ایک سویٹ کا انتخاب کرتے ہیں مقامی
سویٹ اپنا نمائندہ اوپر کی سویٹ کے لیے منتخب کرتی ہے۔ دیہی سویٹ اپنے
نمائندوں کو ضلع کی سویٹ میں بھیجتے ہیں۔ کل اضلاع ایک ضلع (County)
کے کونٹی کانگریس (County Congress) میں نمائندہ بھیجتے ہیں۔ کل
کونٹی کانگریس ایک قسمت (Reign) کے قسمت (Reiginal) کی کانگریس
میں بھیجتے ہیں۔ شہری حلقے سے مندوبین قسمت کے کانگریس اور صوبہ کی کانگریس
جاتے ہیں اور براہ راست پوری روس کی کانگریس میں بھی۔

دیہی سویٹ کی بلاواسطہ (Indirect) نمائندگی پوری روس کی کانگریس
میں نہیں ہے۔ صوبہ کی کانگریس کی وساطت سے ان کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اس سے
ظاہر ہے کہ انتخاب آبادی یا ووٹروں کی تعداد کے تناسب سے نہیں ہے شہر کے
حلقوں کا پلہ زیادہ بھاری ہے۔ چونکہ انھیں موجودہ دور حکومت سے زیادہ محبت
ہے شہر کی نمائندگی ووٹروں کی تعداد پر ہوتی ہے اور دیہات کی نمائندگی
آبادی کے تناسب سے۔

پوری روس کی کانگریس خاص روس کیلئے اعلیٰ قانون ساز جماعت ہے لیکن
یونین کے لیے نہیں۔ اسکے ارکین کی تعداد کوئی مقرر نہیں ہے۔ اگر روس کے
تمام حصوں سے مندوبین آجائیں تو تعداد ہزاروں تک پہونچ جائے۔ موسکو
میں سال میں دو مرتبہ منعقد ہوتی ہے اور اسکو قانون سازی کے تمام اختیارات
ہیں سوائے ان اختیارات کے جنھیں اسنے سویٹ کی اشتراکی جمہوریت کی

یونین The Union of Sowit Socialist Republic
کو تفویض کر دیے ہیں جس زمانہ میں کانگریس کا انعقاد نہیں ہوتا اسکے اختیارات
ایک مجلس عاملانہ کے تعلق سپرد ہوتے ہیں۔ اب یہ مجالس دوران انعقاد کانگریس
میں بھی کام کرتی رہتی ہے اسمیں تین سو چھیاسی اراکین رہتے ہیں۔

خاص روس میں عاملانہ کام یونین کی طرح خاص روس میں بھی
وزراء کی ایک کابینہ عاملانہ کاموں کو انجام دیتی ہے اس میں بارہ اراکین
ہیں ہر رکن کے متعلق ایک انتظامی محکمہ ہے۔ اس کابینہ کا فرض ہے کہ ہر معاملے سے
مجلس عاملانہ کو باخبر رکھے لیکن بعض فوری ضرورت کے وقت یہ اپنی ذمہ داری
پر بھی کام کرتی ہے۔ ہر انتظامی محکمہ کے ساتھ ساتھ ایک مجلس مشورہ قائم ہے
کسی وزیر اعظم کی جگہ نہیں ہے لیکن کابینہ میں ایک رکن کو صدر بنا دینے کا رواج ہوگیا ہے

سوویٹ کا اصول انتخاب روس میں جو نظام حکومت جاری ہے
اس میں اکثر باتیں ایسی ہیں جو سب کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لیتی ہیں ایک
حیرت انگیز اصول انتخاب جاری ہے۔ دوسری حکومتوں میں جہاں نمائندگی
کا اصول ہے وہاں جغرافی حلقوں سے نمائندے چنے جاتے ہیں۔ ہر محلہ یا شہر یا ضلع
اپنا نمائندہ مجلس قانون ساز میں بھیجتا ہے۔ ووٹروں کا پیشہ کچھ بھی ہو اگر
وہ ایک حلقہ میں رہتے ہیں تو ساتھ ملکر ووٹ دینگے۔ یہ بات فرض کر لی گئی ہے
کہ ایک جغرافی حلقہ اپنے اندر جتنے ووٹروں کو رکھتا ہے ان سب کی نمائندگی
ایک شخص کر سکتا ہے۔ ایک مقنن اپنے حلقہ کے دوکاندار۔ کسان۔ زمیندار
مہاجن۔ مقروض۔ مزدور سب کی نمائندگی کریگا۔ اور جو اسکے جغرافی خطے سے
باہر رہتا ہے اسکی نمائندگی وہ نہیں کر سکتا خواہ اسکا ہم پیشہ اور ہم خیال ہی کیوں نہ ہو
روس کا اصول یہ ہے کہ ووٹروں کی تقسیم پیشوں کے لحاظ سے ہونی چاہیے

وہاں جغرافی حلقے صرف پیشہ وری کے حلقوں کی آسانی کیلیے قائم کیے گئے ہیں مختلف پیشہ کے لوگ اپنے پیشہ والوں کے ساتھ ووٹ دیتے ہیں کان کنوں کا ایک طبقہ ہے۔ لوہے کے مزدوران کا، دوسرا ایسا ہی ہوٹل کا تیسرا اور اسی طرح سے چوتھا یا پانچواں الخ۔ ہر طبقہ اپنے نمائندے چنتا ہے ایک کان کن روسی کانگریس میں کسی محلہ یا شہر کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ اپنے حلقہ کے کان کنوں کی یہ طریقہ انتخاب بالکل نیا ہے۔ جغرافی اصول نمائندگی میں یہ بات فرض کرلی گئی ہے کہ ہر باشندہ تمام باشندوں کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے۔ حالانکہ واقعات اس کو برابر جھٹلایا کرتے ہیں۔ اقتصادی عمرانی یا کوئی دوسری یک جہتی انتخاب کی اصول کے لیے زیادہ موزون ہے بہ نسبت ایک غیر فطری جغرافی اصول کے۔ مزدور ہمیشہ یہ چاہے گا کہ کارخانہ کے مالکوں کو نقصان پہونچائے۔ ایک ایسا حلقہ قائم کرنا جس میں کارخانہ دار اور مزدور دونوں ہوں بالکل خلاف انصاف ہے۔ خود امریکہ میں یہ بات محسوس کی جارہی ہے کہ جغرافی حلقوں کو بدل کر پیشہ کا اصول قائم کرنا چاہیئے دیکھو:۔

William Macdonald - A new Constitution of new America, New York 1921 page 133

حکومت کی یک جہتی دنیا حیرت میں ہے کہ روس میں ایسی یک جہتی کیوں قائم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سوائے بالشویک خیالات کے لوگوں کے ملک میں کسی کی حکمرانی نہیں وہاں ہر مخالف کو باغی کہکر خاموش کردیا جاتا ہے۔ روس شہری کا کوئی حق حکومت کے مقابلہ میں نہیں ہے پورے ملک کا مقصد اشتراکی حکومت قائم کرنا ہے اور ایک فرد کو صرف اس کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور اس طور سے انفرادیت کا سیاسی فلسفہ بدل دیا گیا۔

حکومت کی اقتصادی روش

ماہ نومبر ۱۹۱۷ء میں جب بالشویکوں نے روس کے انقلاب کی باگ اپنے ہاتھ میں لی تو روس کا انقلاب ایک اقتصادی انقلاب ہوگیا۔ اس نے انفرادیت کا خاتمہ کردیا اور اشتراکی حکومت قائم کردی۔ اس نے تمام طاقت، دولت اور جائداد عوام کے ہاتھ میں دے دی۔ ۱۹۱۸ء کے دستور نے ذاتی جائداد کا خاتمہ کردیا اور اسکا اعلان کردیا کہ روس کی زمین کا ہر انچ حکومت کی ملکیت میں ہے۔

کاشتکاری

قومی زمین اس طور سے تقسیم کرلی جائیگی کہ ہر شخص کو جوتنے کی طاقت کے مطابق مل جائے۔ تمام جنگل، زمین کا خزانہ منفعت بخش پانی اور جاندار اور بیجان سامان قومی ملکیت میں آگئے۔ یہ اعلان اسکے بعد ہوا جب رعیتوں نے اپنی زمینداروں کی زمینوں پر قبضہ کرکے بانٹ لیا تھا حکومت نے اسکا اعلان تو کردیا کہ زمین حکومت کی ہے لیکن کاشتکاروں کو بے قبضہ نہیں کیا بلکہ اس کی اجازت دیدی کہ وہ اس کو استعمال کریں۔ کاشتکاروں کے لڑکے زمین وراثت میں پاسکتے ہیں لیکن فروخت نہیں کرسکتے۔

صنعت

شہروں میں ان کارخانوں کے مالکوں کو نکال دیا گیا جنھوں نے اپنے کارخانوں کو قومی ملکیت بنادینے سے انکار کیا۔ حکومت کے مقرر کیے ہوئے اشخاص نے کارخانوں پر قبضہ کرلیا۔ ان حکام کو حکم دیا گیا کہ ہر کارخانے کی سوویٹ کے (جو مزدوروں نے بنائی ہے) مشورہ سے کام کریں۔ مزدوروں کو ایک کارڈ دے دیا جاتا جس سے ان کو غلہ اور دوسرے ضروری سامان حکومت کی دوکانوں سے مل جاتے

کیونکہ ذاتی تجارت ختم ہو چکی تھی۔ کارخانوں میں چیزیں کم تیار ہونے لگیں کیونکہ
مزدوروں کا کوئی مالک نہ رہا تھا۔ اور ان پر کسی کا کوئی دباؤ بھی نہ تھا۔ دوسری
وجہ یہ بھی تھی کہ غذا کم ملنے کے سبب ان میں کام کرنے کی طاقت بھی کم
ہو گئی تھی۔ کارخانوں میں خام پیداوار کا پہونچنا مشکل ہو گیا سب سے بڑی مشکل
یہ تھی کہ حکومت کے مقرر کردہ افسروں میں کارخانوں کے چلانیکی مخصوص قابلیت
کا فقدان تھا۔ حکومت کی دوکانوں میں مزدوروں کو غلہ ناکافی ملنے لگا۔ کیونکہ
دیہاتی آبادی نے شہروں میں اسوقت تک غلہ بھیجنے سے انکار کیا جب تک
شہر اسکا وعدہ نہ کرے کہ صنعتی اشیاء تبادلہ میں دیدے گا اور اس کا وعدہ
ان حالات میں غیر ممکن تھا۔

روش میں ترمیم | صنعت کے اشتمالی اصولوں میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی کہ
۱۹۲۱ء میں اسکا فیصلہ کر لیا گیا کہ صنعت میں ذاتی انتظام کی اجازت دیدی جائیگی
ذاتی تجارت کی بھی محدود طریقہ سے اجازت دیدی گئی اشخاص کو اجازت دی گئی کہ
کارخانوں کے مالک بنیں اور چلائیں صرف شرط یہ تھی کہ ملکیت میں حکومت کو
شریک کرلیں حکومت کی اجازت سے دوکانیں بھی کھل سکتی ہیں غیر ملکی سرمایہ داروں کو
آنیکی دعوت دیگئی تاکہ رقابت حاصل کر کے صنعت و تجارت کریں بالشویک رہنماؤں نے
اسکا اقرار کر لیا کہ اشتمالیت اتنے وسیع پیمانہ پر ملک کی موجودہ حالت میں نہیں چل سکتی
اور اسکے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ کسی حد تک انفرادیت کو پھر واپس لایا جائے تا آنکہ ملک
کی صنعتی زندگی مستحکم ہو جائے۔ اصلی امید کی گئی ہے کہ آہستہ آہستہ ملک کی
تمام صنعت اشتمالی اصول پر چلائی جائے گی یہی حکومت کی
اقتصادی روش ہے۔

آسٹریا قرونِ وسطیٰ میں

اس ملک کی تاریخ لکھنا ایک امر مشکل ہے آسٹریا ازمنہ وسطیٰ میں مقدس رومی سلطنت کا جزو تھا سولہویں صدی میں آسٹریا کے حکمران خاندان شاہان ہیپسبرگ نے بوہیمیا اور ہنگری کو اپنے زیر نگین کر لیا تھا۔ دو صدیوں میں اور بھی فتوحات ہوئے اور انقلاب فرانس کے بعد تک وسط یورپ میں ان کا بڑا اثر تھا نپولین کی جنگوں میں ان کو اور ممالک بھی ملے۔ شمالی اطالیہ کے صوبوں نے ان کی سلطنت کو بہت عظیم الشان کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اسے مختلف قوموں کا معجون مرکب بھی بنا دیا۔ اس سلطنت میں جرمنی ہنگرین کروٹ سلونین سبھی آباد تھے

۱۸۱۵ء کے بعد سلطنت کی معاشرتی و سیاسی ہیئت

بظاہر آسٹریا کی سلطنت جرمنوں کی سلطنت تھی شاہی خاندان جرمن تھا۔ وائینا (
) کے دار السلطنت میں جرمن زبان بولی جاتی تھی لیکن پوری سلطنت میں جرمنوں کی تعداد بہت کم تھی۔ سلیو اور ہنگرین ان سے تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ لیکن جرمنوں نے تمام عمومی اداروں (Democrative Institutions) پر قابض ہو کر تمام سیاسی طاقتوں کو اپنے ہاتھ میں کر لیا تھا حکومت میں مطلق العنانی سوسائٹی میں جاگیریت چند مخصوص لوگوں کے لیے خاص مراعات اور عوام کے لیے مصیبت و مظلومیت اگر دیکھنا ہو تو آسٹریا مابعد ۱۸۱۵ء میں دیکھو

۱۸۱۵ء تا ۱۸۴۸ء کا دورِ ردِ عمل

عظیم الشان جنگیں ہمیشہ قدامت پسندی

کے لیے مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جنگ واٹرلو (Waterloo) کے بعد ہر جگہ استبدادیت کا دور ہوگیا۔ اسٹریا میں دور ردّ عمل کا سب سے زیادہ زور تھا شاہنشاہ ایک مطلق العنان حکمران تھا وہ ایسے وزراء کے ذریعہ سے حکومت کرتا جو صرف اسکے سامنے ذمہ دار تھے اس دور کا مشہور وزیر مٹرنک (Meternick) تھا اسکی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ آزاد خیالی اور عمومیت کے تمام جذبات کو پامال کرے ایسے لوگ دنیا میں بارہا نمودار ہوئے ہیں تین کروڑ انسانوں پر ۴۰ سال تک مسلط رہنا مٹرنک (Metternick) کا کام تھا۔ جب مٹرنک کا ستارہ برسر اقبال تھا تو آسٹری قوم میں سیاسی زندگی بالکل منجمد ہوری تھی جس چیز میں آزادی کے تخیل کا شائبہ بھی ہوتا اوسے فوراً دبا دیا جاتا اخبارات تقریر، جلسہ عام پر نظر گرم رکھی جاتی۔ گو مٹرنک میں طاقت تھی کہ انسانوں کو مقید کرلے لیکن سیاسی خیالات کی آزادی جو انیسویں صدی کا طرہ امتیاز ہے اسکا روکنا اس کے بس سے باہر ہوگیا۔ قوم پرستی کے خیالات تیزی سے پھیلنے لگے اور بوہیمیہ، ہنگری اور اطالوی صوبوں میں ان کا زور ہوگیا۔ تحریک آزادی کے علمداروں میں پلیکالی (Placky) کوستھ (Kossuth) ڈیک (Deak) کیور (Cavour) کے نام بہت ممتاز ہیں۔ بے چینی اور مطالبات سے آسمان گونج اوٹھا۔ تخم حریت پورے اسٹریا میں پڑ چکا تھا اور ۱۸۴۸ء کے انقلاب کو روکنے میں کوہ الپس و کارپیتھن کی لمبائی بھی ناکام رہی

۱۸۴۸ کی تحریک انقلاب کی روح نے جو سارے یورپ کو متزلزل کر رہی تھی آخر ہیپسبرگ کے خاندان کو بھی پریشان کرکے چھوڑا۔ وائنہ میں ہر جگہ بلوے ہوگئے۔ مٹرنک نے اپنی انچالیس سالہ وزارت کے بعد فرار میں

نجات ڈھونڈھی ہنگری نے گویا اپنی آزادی کا اعلان کردیا اور بوہیمیہ نے
اصلاحات کا مطالبہ الٹی میٹم کی صورت میں پیش کیا۔ اطالوی صوبوں نے بھی
نجات کی کوشش کی۔ آسٹروی حکومت نے جب ہر طرف سے اپنی کو انقلاب
کی طوفان میں گھرا ہوا پایا تو یکے بعد دیگرے رعایتوں کا اعلان کرنا شروع کردیا
اس وقت یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سلطنت کے بیسوں ٹکڑے ہو جائینگے۔

اس تحریک کی ناکامی | مختلف محکوم اقوام کو اپنے حاکموں سے
شکایت ضرور تھی لیکن وہ ان کے خلاف متحد نہ ہو سکے۔ بوہیمیہ اطالیہ اور
ہنگری پھر فتح کر لیے گئے۔ مطلق العنانی نے پھر سر اوٹھایا اور انجام مفوضہ
رعایات کو واپس لے لیا گیا لیکن جب ۱۸۵۹ء کی جنگ میں ہیبسبرگ خاندان
گھر گیا تو اوسنے محسوس کیا کہ شاہنشاہیت کا یہ عظیم الشان درخت بالکل
کھوکھلا ہے

دو راہیں ترکیز و وفاقیت۔ ترکیز کا انتخاب | بادشاہ کے سامنے
دو راستے تھے ایک مرکزیت (Centrization) اور دوسرا وفاق سازی
(Federation) کا۔ سلطنت کے مختلف حصونکو آزادی دیکر ایک وفاقی
حکومت میں سب نمائندگی رکھی جائے یا تمام حاکمانہ اختیارات کی مرکز سازی ویانہ
(دارالحکومت) میں کردی جائے۔ اخیر میں شاہنشاہ نے مرکزیت کا فیصلہ کیا اور
اور ۱۸۶۱ء میں شاہنشاہی دستور کا ایک نمائندہ نیابتی پارلیمنٹ کے ساتھ
اعلان کردیا گیا۔ ہنگری کو اس سے بھی انکار تھا یہانتک کہ ۱۸۶۷ء میں دستور
بنانا پڑا جسکے رو سے ہنگری کو ایک آزاد اور سلطنت میں برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا گیا

آسٹریا کا عہد نامہ ۱۸۶۷ء۔ دو شاہی کا قیام | ہنگری اور
ہیبسبرگ خاندان کے اس معاہدہ کے بعد ایک عجیب دستور تیار ہوا۔ یہ سلطنت

نہ وفاقی (Unitary) رہی نہ فرری (Federative) دونوں حکومتوں کے پاس اپنا دستور اپنی پارلیمنٹ اپنی وزارت اور اپنی عدالتیں تھیں ہر ایک کو اپنے اوپر پوری حکمرانی کا اختیار تھا۔ اندرونی معاملات میں کوئی کسی کو دخل نہ دیتا لیکن پھر بھی ایک بادشاہ متحدہ جھنڈا اور متحدہ حق شہریت اور متحدہ وفدیت کے ذریعہ سے متحدہ عمل کا دونوں نے فیصلہ کیا۔ یہ حیرت انگیز معاہدہ دنیا کے سیاسی عجائب خانہ کا ایک معمہ تھا۔

دوگانہ شاہی کے تین اصول ۱۸۶۷ء تا ۱۹۱۸ء

اس دو شاہی میں تین دستور تھے۔ پہلا دستور آسٹریا کا ۱۸۶۷ء والا۔ دوسرا ہنگری کا اور تیسرا اوسلیج کا معاہدہ۔

آسٹریا کا دستور ۱۸۶۷ء میں

آسٹریا کے دستور میں شاہنشاہ اصل عامل (Chiing Executive) تھا وزارت شاہنشاہ مقرر کرتا شاہنشاہ کے تمام سرکاری احکام پر وزیر کے دستخط ضروری تھے لیکن اس میں اسکی صاف توضیح نہ تھی کہ وزیر پارلیمنٹ کے سامنے ذمہ دار ہے آسٹریا کی پارلیمنٹ میں اسقدر کشمکش رہتی کہ شاہنشاہ جسے چاہتا وزیر منتخب کرتا۔ شاہنشاہ اور اسکے وزراء ایک بڑی (بیوروکریسی) نوکرشاہی کی مدد سے حکومت کرتے ۱۸۶۷ء کے دستوری قانون کی رو سے دو ایوان تھے۔ ایک دارالامراء اور دوسرا دارالنائبین۔

پرانی آسٹروی پارلیمنٹ

دارالامراء میں امراء پادری اور چند اراکین پوری عمر کے لئے منتخب ہوتے تھے۔ دارالنائبین میں آسٹریا کی صوبائی مجلس قانون سازی اراکین منتخب کرتی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس میں نقص محسوس ہونے لگی اور خود عوام بلا واسطہ اراکین منتخب کرنے کا طریقہ انتخاب میں یہ

یہ اصول قائم کیا گیا کہ ووٹ دہندوں کو پانچ طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا جسمیں اسکا لحاظ رکھا گیا کہ کون کتنی مقدار ٹیکس کی ادا کرتا ہے۔ ان پانچ طبقوں میں ہر طبقہ مقررہ تعداد اپنے نمائندوں کی منتخب کرتا۔ چار طبقے ۱۸۷۳ء میں قائم کیے گئے اور پانچواں طبقہ ۱۸۹۶ء میں عالم وجود میں آیا۔ اس نظام میں تبدیلی ۱۹۰۷ء میں واقع ہوئی جب طبقوں کو توڑ کر ہر شخص کو ووٹ دینے کا اختیار مل گیا۔

عاملوں پر پارلیمنٹ کا کوئی اثر نہ تھا

بظاہر دونوں ایوانوں کے اختیارات برابر تھے سوائے اسکے کہ قوانین مالیہ یا جبریہ فوجی قوانین کی ابتدا دارالنائبین میں ہوتی۔ دونوں ایوانوں کی رضا کی ضرورت تمام قوانین کیلیے ہوتی اور صرف جب کبھی قوانین مالیہ میں اختلاف ہوتا تو دارالنائبین کے فیصلے کے مطابق بجٹ بنتا۔ دونوں ایوانوں میں وزراء سے سوالات کیے جاتے لیکن ان پر یہ فرض عاید نہ ہوتا کہ اپنی پالیسی میں تبدیلی کریں یا اپنی جگہ سے علیحدہ ہو جائیں گو ایوان ان پر عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر دیتا

ایک عظیم الشان نوکر شاہی

اوپر کے مضمون سے یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ جنگ کے قبل آسٹریا میں حکومت بظاہر عوام کے ہاتھ میں تھی لیکن حکومت کی اصلی باگ شہنشاہ کے ہاتھ میں تھی۔ شہنشاہ اپنے وزراء کے ذریعہ سے اور وزراء حکام کی مدد سے سلطنت کرتے۔ حکام کا طریقہ حکومت مطلق العنانی کا تھا اور حقوق شہریت کی پامالی انکا طرہ امتیاز تھا۔ مطابع اور مجالس عامہ پر سخت نظر تھی۔ عدالتی محکموں میں برائیاں بھری تھیں غرض یہ کہ اس پرانی سلطنت میں قانون سے زیادہ حکام کا پاس تھا۔

ہنگری کا دستور

۱۸۶۷ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک ہنگری میں دستوری

قوانین اور ڈگریاں عمل پیرا ہتیں آسٹریا کی شہنشاہ ہنگری کا بھی بادشاہ تھا۔ ہنگری کے دارالسلطنت بوڈاپسٹ میں وزارت کو وہ خود منتخب کرتا لیکن یہاں کی وزارت ہنگری کے پارلیمنٹ کی سامنے جواب دہ تھی۔ اس میں بھی دو ایوان تھے ایک دارالامراء اور دوسرا دارالعوام۔ اول الذکر میں ممبر وراثتہً چلے آتے اور دوسرے میں منتخب ہو کر۔

دوشاہی کا دستور

اوسلیچ کے عہدنامہ کے رو سے شہنشاہ دونوں سلطنتوں کے ایسے کاموں کو انجام دیتا جن سے دونوں کو تعلق تھا۔ اسکے تین وزراء ہوتے جن کے متعلق امور خارجیہ، جنگ اور مالیات تھے۔ ایک عدالت تنقیح (Court of Audit) بھی تھی۔ وزراء اور منقحین کو وہ خود مقرر کرتا۔ اس عہدنامہ کے رو سے کسی وفاقی پارلیمنٹ کا انعقاد نہیں ہو سکتا تھا بلکہ آسٹریا اور ہنگری سے باری باری اپنے اپنے دارالسلطنت میں (Dele-gation) طلب کیے جاتے۔ وہ متحدہ امور کیلئے روپیہ منظور کرتے اور عام پالیسی کا فیصلہ کرتے۔ گو یہ دونوں وفود ساتھ ساتھ اراکین کے ممبر جو اپنی اپنی پارلیمنٹ سے منتخب ہوتے ساتھ نہیں بیٹھتے تاہم ہر کام کیلئے دونوں کی منظوری ضروری تھی۔ اگر کوئی متفقہ فیصلہ غیر ممکن ہو جاتا تو ہر وفد کو اس کا حق ہوتا کہ ایک متحدہ اجلاس طلب کر لیتا اور وہ مسئلہ بغیر کسی مباحثہ کے ووٹ لیکر ختم کر دیا جاتا۔

دوشاہی کی بوالعجبی

دوشاہی کے محدود اختیارات زیادہ وسیع نہ تھے امور خارجیہ اس کے ہاتھوں میں تھے لیکن واقعات نے بتا دیا کہ ان کا انتظام کچھ اچھا نہ تھا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں سربیا کو اعلان جنگ دیکر اس نے اپنی مجرمانہ حماقت کا ثبوت دیدیا۔ قومی حفاظت بھی اسی کے سپرد تھی۔

شہنشاہ بحیثیت سپہ سالار کے مع ایک وزیر جنگ کے، فوجی محکمہ کے افسر تھے جس میں آسٹریا اور ہنگری دونوں کی فوجیں شامل تھیں۔ یہ فوج صرف متحدہ کارروائی کے لیے کام میں لائی جا سکتیں۔ اس فوج کا جو حشر جنگ عظیم میں ہوا وہ فوجی تاریخ کا ہر مبصر جانتا ہے۔ نپولین سوم نے صحیح کہا ہے۔ کہ "نعش کے ساتھ بھی شرکت نہ کرو۔" اس دوشاہی میں ایک متفقہ بجٹ بھی تھا اور ریل اور تار کا انتظام بھی ساتھ ساتھ تھا۔ ان کاموں کے لیے دونوں ممالک اپنے یہاں قوانین پاس کر لیتے۔

دوشاہی کی کمزوریاں

دوشاہی میں بنی ہوئی اقوام نہایت مضطرب تھیں کیونکہ ان کا مطالبہ وفاقی حکومت کا تھا۔ اور دوشاہی میں صرف جرمنوں کو آسٹریا میں اور میار کو ہنگری میں کل قواعد مترتب ہوتے

دوشاہی سلطنت جنگ عظیم میں

۱۹۱۴ء میں سربیا کو اعلان جنگ دینے والی اسی دوشاہی کی وزارت خارجیہ تھی۔ جنگ کے ابتدائی زمانہ میں آسٹریا اور ہنگری بظاہر متحد نظر آتے تھے لیکن جوں جوں جنگ طول پکڑتی گئی سلطنت کے ایوان میں تزلزل واقع ہوتا گیا۔ پولس (پولینڈ والے) زکس (Czechs) سلوکس (Slowaks) یوگو سلیو (Jugoslave) نے آزادی کا مطالبہ شروع کیا۔ ۱۹۱۸ء کے ابتدائی مہینوں میں شہنشاہ نے اعلان کیا کہ اب سلطنت وفاقی اصول پر چلائی جائیگی۔ اور ان تمام اقوام کو آزادی دیدی جائے گی لیکن معاملہ بہت بڑھ گیا تھا۔ ہنگری نے اعلان کر دیا کہ اب صلح کے عہدنامہ کا وہ پابند نہیں۔ یکے بعد دیگرے تمام قومیتوں نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور کام چلانے کے لیے ایک عارضی حکومت قائم کر لی۔ جس روز جرمنوں نے

التوائے جنگ پر دستخط کر دیا اسی روز یعنی گیارہ نومبر ۱۹۱۸ء کو پرانی سلطنت کا چراغ گل ہوگیا اور آسٹریا کی عمومیہ پسند طبقہ نے جمہوریت کا اعلان کر دیا۔ ایک فوری دستور آسٹریا کے جرمنی علاقہ کے لیئے بنا دیا گیا اور ہنگری اور دوسرے حصوں کو جو اس دوشاہی سلطنت میں تھے ان کی حالت پر چھوڑ دیا گیا کہ خود اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیں۔

نئی اقوام کی سربلندی جمہوری آسٹریا

دوشاہی کی تباہی کے بعد اس میں چھ حکومتیں پیدا ہوگئیں آسٹریا ہنگری۔ پولینڈ۔ زیکوسلویکیا یوگوسلیویا۔ اور رومینیہ نئے آسٹریا میں اب صرف سات پرانے قطعات ہیں جس میں ستر لاکھ کی آبادی ہے اسکا دستور سنہ ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوا ہے۔

ہنگری کی سلطنت

ہنگری میں نومبر ۱۹۱۸ء کے بعد عجیب عجیب تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ چند مہینوں تک محض کام چلانے کے لیئے ایک حکومت قائم کی گئی تھی۔ اسکے بعد سویٹ طرز پر حکومت قائم ہوئی لیکن اس حکومت کو رومینیہ کی افواج نے آکر تہ و بالا کر دیا اور قومی حکومت قائم کر دی۔ ایک قومی مجلس جس میں تمام باشندوں کو ووٹ دینے کا حق تھا سنہ ۱۹۲۰ء میں بلائی گئی لیکن اسنے کوئی نیا دستور نہیں بنایا اب تک ہنگری میں چند ترمیمات کے ساتھ پرانا دستور جاری ہے موجودہ ہنگری کی آبادی اسّی لاکھ ہے

جمہوریت پولینڈ

موجودہ پولینڈ مرکب ہے آسٹریا، جرمنی اور روس کے چھینے ہوئے قطعات سے۔ اٹھارہویں صدی کے آخیر حصہ تک پولینڈ اپنا منتخب بادشاہ رکھتا تھا۔ پولینڈ کی پرانی پارلیمنٹ میں یہ قانون رائج تھا کہ جب تک بالاتفاق ووٹ نہ آجائے تب تک کوئی قانون نہیں بن سکتا ہے۔ اور نہ ٹیکس جاری ہوسکتا ہے۔ پارلیمنٹ کا ہر رکن ویٹو کا

اختیار رکھتا تھا۔ اوسکا اوٹھکر یہ کہدینا کہ ہم اس سے اختلاف رکھتے ہیں کسی تجویز کے مسترد ہوجانیکے لیے کافی تھا۔ اگر وہ پارلیمنٹ میں آنے سے انکار کردیتا تو پارلیمنٹ برخاست ہوجاتی۔ اس قانون نے پولینڈ کو سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں اندرون ملک کی بغاوت اور بیرون ملک کے حملوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔

پولینڈ کی بدقسمتی سے اوسکی ہمسایہ سلطنتیں حرص آز میں طاق تھیں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کو پولینڈ کی زمین اسلیے ضروری تھی کہ اوسکا اپنا ملک بیچ میں آجاتا تھا۔ آسٹریا اور روس کی نظر اسلیے جمی ہوئی تھی کہ پولینڈ کی زرخیزی سے وہ مستفیض ہونا چاہتے تھے وجہ کچھ بھی ہو ان تینوں حریص سلطنتوں نے ۱۷۷۲ء میں پولینڈ کی پہلی تقسیم کرلی۔ دوسری تقسیم ۱۷۹۳ء میں ہوئی اور پولینڈ کا وجود بحیثیت ایک آزاد حکومت کے ختم ہوگیا۔ پوری ایک صدی سے زیادہ پولینڈ قبضہ اغیار میں رہا اور استقلال کی ہر دعوت کو بغاوت کہکر دبا دیا گیا۔

دوران جنگ ہی میں پولینڈ کو آزاد کرانے کی کوشش اتحادیوں نے کی تھی امریکہ میدان جنگ میں اترا تو مسٹر ولسن کے چودہ شرائط میں ایک شرط پولینڈ کی آزادی کے متعلق بھی تھی اتحادین کی کامیابی پر پولینڈ کی سلطنت جمہوری نظام کے تحت قائم کردیگئی اسکی آبادی دو کرور اسی لاکھ ہے۔

زیکوسلوویک کی جمہوریت اس جمہوریت کی آبادی ایک کرور چالیس لاکھ ہے۔ اسکا رقبہ چھ سو میل ہے اسکا مستقل دستور ۱۹۲۰ء میں بنایا گیا ہے۔

رومانیا کی سلطنت رومانیا قبل جنگ کے بھی ایک مستقل ہستی رکھتا تھا اور بعد جنگ کے تھوڑی ہی ترقی کرکے ایک بڑی سلطنت بن گیا ہے۔

سرب۔ کروٹ اور سلووینیر کی سلطنت سریا پہلے ترکونکے

ماتحت تھا لیکن ۱۹۱۸ء میں اسنے آزادی کا اعلان کردیا۔ یوگوسلافی اقوام کے لوگ سرویا کی حدود کے باہر آسٹریا میں پڑے تھے اسلیئے آسٹریا سے اسے پرانی دشمنی تھی جنگ عظیم کا باعث یہی مہلک خیال تھا۔ ۱۹۲۱ء میں اسکا دستور بنا ہے اسکی آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ ہے۔

نئے دستور پر ایک نظر | مذکورہ صدر باتوں سے پتہ لگ گیا ہوگا کہ آسٹریا کی عظیم الشان سلطنت اب چھ مختلف ٹکڑوں میں منقسم ہے۔ تین ان میں جمہوری ہیں اور تین دستوری شاہی۔ دراصل عوام با اختیار ہیں اور جمہوریت یا دستور کا لفظ کافی طور سے اوس مفہوم کو ادا بھی نہیں کرتا جو وہاں کی حکومتوں کے متعلق قائم کرنا چاہیئے۔

چھ حکومتوں میں تین حکومتوں کا دستور بالکل نیا ہے ہنگری میں پرانے قوانین چند ترمیمات کے ساتھ جاری ہیں۔ رومانیا نے ۱۹۲۳ء میں چند اہم تبدیلیاں کردی ہیں۔ یوگوسلافیا پر بلجیم سرویا اور انگلستان کے دستور کا اثر ہے آسٹریا، پولینڈ، زیکوسلیویکیا میں دستور کی عمارت نیو سے قائم رکھی گئی نئے دستوروں کو ایسی دستوری مجالس نے تیار کیا ہے۔ جن کا انتخاب سوائے زیکوسلیویکیا کے عوام نے کیا تھا۔

ان تمام دستوروں میں ایک نئی بات یہ ہے کہ اسکو لکھنے میں بہت سے صفحات درکار ہونگے حکومت کو چلانے میں جتنی مشکلات ہوتی ہیں اونکے سد باب کی کوشش کی گئی ہے شہریت کے حقوق اور اقتصادی تنظیم کو قائم رکھنے کیلئے بھی دفعات موجود ہیں سیاسیات اور اقتصادیات اسطرح اسے باہم مل جل گئے ہیں کہ انکا جدا کرنا از بس دشوار ہوگیا ہے۔

دستور میں کیونکر ترمیم ہوسکتی ہے | دستور کا ضروری جزو اس کی ترمیم کا طریقہ ہے۔ دستور اسلیئے بنایا جاتا ہے کہ امن قائم رہے

لیکن امن قائم نہیں رہ سکتا جب تک دستور میں نئی صورت حال کا لحاظ کر کے ترقی نہ ہوتی رہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس میں ترمیم کی آسانی نہ ہو ایک دستور میں اگر بہت آسانی سے ترمیم ہوا کریگی تو امن کا قیام مشکل ہوگا اور اگر ترمیم میں بہت مشکل ہوگی تو سیاسی ترقی غیر ممکن ہو جائیگی جسکا نتیجہ انقلاب ہوگا اسلیے دستور کی خوبی یہ ہے کہ کوئی راہ بین بین نکالی جائے۔

ہنگری میں قوانین کی تبدیلی سے ترمیم ہو جایا کرتی ہے اسٹریا میں دارالنائبین اپنے دو ثلث ووٹوں سے ترمیم کر دیا کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نصف تعداد اراکین کی موجود ہو۔ اگر ایک ثلث اراکین کا مطالبہ کرے تو مراجعہ (Referadum) کے ذریعہ ترمیم عوام کے سامنے لائی جاویگی دستور کی پوری ترمیم کے لیئے عوام کی منظوری یا توثیق (Retification) ضروری ہے۔

پولینڈ میں دستور کی تبدیلی کے لیئے یہ ضروری ہے کہ دارالعوام کے اراکین میں ایک چوتھائی کے دستخط ہوں۔ اور اسکی منظوری کے لیئے دو ثلث دونوں دارالنائبین کے اراکین ووٹ دیں اور شرط یہ ہے کہ اراکین کی نصف تعداد ضرور موجود ہو۔ اس دستور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ہر پچیس سال کے بعد دونوں دارالنائبین ایک قومی مجلس منعقد کر کے اکثریت سے اس دستور میں عام تبدیلی کر دیں۔

زیکوسلیویکیا میں دونوں دارالنائبین کوئی دستوری ترمیم کر سکتے ہیں۔

سرویا۔ کروٹ۔ اور سلوینیز دو طریقوں میں ایک طریقہ پر عمل کرتے ہیں اگر تجویز بادشاہ کی ہے تو نئی قومی مجلس اراکین کی اکثریت سے منظور کر سکتی ہے اور اگر قومی مجلس میں تجویز لائی گئی ہے تو دو حصوں میں سے تین حصوں کی منظوری ضروری ہے لیکن اس صورت میں قومی مجلس برخاست ہو جاتی ہے اور

اور نئی مجلس اکثریت سے منظور کر سکتی ہے

عاملانہ تنظیم یوگوسلیویا اور رومانیا میں بادشاہ ہیں ہنگری میں ریجنٹ ہوتے ہیں اور تینوں ممالک میں پریسیڈنٹ ہیں۔ رومانیا اور یوگوسلیویا میں بادشاہت وراثتہً قائم ہے ہنگری نے ایڈ میرل ہورتھی کو افسر سلطنت ریجنٹ کا خطاب دیکر منتخب کر لیا ہے۔ جب ملک میں پوری طرح امن قائم ہو لیگا تب کہیں بادشاہ کا تقرر ہوگا۔ آسٹریا، پولینڈ اور زیکوسلویا میں پریسیڈنٹ کا انتخاب دارالنائبین سے ہوتا ہے۔ عامل خاص (بادشاہ یا صدر) کو وزراء کی رائے پر چلنا ضروری اور وزراء عوام کے نائبین کے سامنے جوابدہ ہیں۔

نئی پارلیمنٹ چاروں سلطنتوں میں دو دو ایوان ہیں۔ جو گوسلیویا میں ایک اور ہنگری نے ابھی اس مسئلہ کو طے نہیں کیا ہے یہاں پر یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ فنلینڈ۔ استھونیا اور بلگیریا میں صرف ایک ایوان پارلیمنٹ ہے۔ ان چھ سلطنتوں میں ووٹ دینے کا طریقہ تمام اشخاص کو ہے ہنگری میں متناسب نمائندگی کا اصول ہو گیا ہے۔

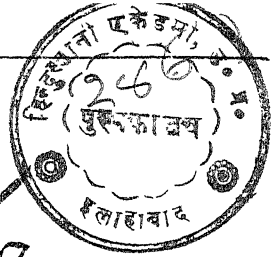
دوسرے دارالنائبین کا مسئلہ اس مسئلہ نے آسٹریا۔ پولینڈ اور زیکوسلیویا کو بہت کچھ پریشان کر رکھا تھا ہنگری میں تو آج تک یہ مسئلہ لاینحل ہے

دوسری پارلیمنٹ کا کام یورپ میں دوسرے ایوان کی وقعت گھٹتی جارہی ہے آسٹریا۔ پولینڈ اور زیکوسلیویا میں ایک ایوان کا اختیار بہت بڑھا ہوا ہے۔ وہاں وزارت جوابدہ ہے۔ عوام کے سامنے پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وزراء دو مالکوں کی ماتحتی میں کام کر سکیں اسلیے دوسرے ایوان کو مشورہ دینے کا، تاخیر کرنے کا اور تجویز کو مسترد کر دینے کا حق ہے لیکن اصل حکومت کا اصل حق

متناسب نمائندگی کے اصول کی ترقی

پہلے ایوان کو ہے

یہ اصول اس تیزی سے
پھیل رہا ہے کہ مبصرین سیاست کا خیال ہے کہ ساری دنیا کے انتخاب
اسی اصول پر ہونگے۔ یہ مسئلہ سب سے پہلے اشتراکیین نے چھیڑا تھا۔ اور ہر خیال
کے لوگوں کو قومی مجالس میں پہونچانے کا اس سے بہتر ذریعہ کوئی دوسرا
نہیں ہے۔ جغرافی تقسیم کی ناکامی نے خیالات کی تقسیم کے مسئلہ کو اور
بھی کامیاب کر دیا ہے۔ آج کل جرمنی، فرانس۔ آسٹریا۔ پولینڈ، زیکوسلویکا
رومانیہ۔ جوگوسلیویا۔ سوئٹزرلینڈ۔ ہولینڈ۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ کو حول ہر
یونان۔ بلگیریا۔ فنلینڈ۔ لیتھونیہ۔ استھونیہ نے اپنے یہاں اسی اصول کو
جاری کر دیا ہے۔



حکومت اطالیہ

اسکی آبادی چار کرور اور اسکا رقبہ نوے ہزار مربع میل ہے اطالیہ ایک زمانہ تک دنیا کی تہذیب و شائستگی کا مرکز رہ چکا ہے۔ ایک مرتبہ شمال کی طرف سے وحشیوں نے ملک میں گھسکر اسے تاراج کیا تھا اسکے بعد بائزنٹائم۔ گوتھک لمبارڈ۔ کیرلنجین خاندانوں کے زیر نگین رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی سے اسکی ترقی شروع ہوئی ہے ملک میں بے شمار بادشاہ ڈیوک اور جمہوریتیں ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی ہیں دور وسطیٰ میں کوئی متحدہ قومیت پیدا نہ ہوسکی مقامی حسد جغرافی بغض غیر ملکی حکومت اور احساس کی قومیت کا فقدان ملک کی تباہی کا باعث بنا رہا۔

یک جہتی کی وجہ

اطالیہ میں دور یک جہتی کی ابتدا نپولین کے حملہ سے شروع ہوتی ہے۔ اس فاتح اعظم نے سب سے پہلے اطالیہ کو متحد کرکے یک جہتی کی بنا ڈالی تھی اور گو نپولین کی تباہی کے بعد اطالیہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا لیکن اتحاد کا خیال اطالوی کے دل میں موجزن تھا۔

اطالیہ نپولین کی تباہی کے بعد

جب ۱۸۱۵ء میں وائنا کی کانگریس نپولین کی تباہی کے بعد بیٹھی تو اطالیہ کا مسئلہ سب سے مشکل نظر آیا۔ آسٹریا کی خواہش تھی کہ اطالیہ غیر متحد اور کمزور رہے۔ کانگریس نے اطالیہ کے مختلف ٹکڑوں کو غیر ملکوں میں تقسیم کردیا اور سوائے سارڈینیہ کی سلطنت کے کوئی حصہ اہل ملک کے

ہاتھوں میں نہیں رہا۔

اطالیہ کی تحریک اتحاد سارڈینیہ کی رہنمائی میں

وائنا کی کانگریس بادشاہوں کی مرضی کے مطابق ملکوں اور قوموں کی تقسیم کر سکتی تھی لیکن اتحاد اور حریت کے جذبات کو دبانا اسکے بس سے باہر تھا۔ اس تحریک میں اور جوش اس وقت آگیا جب چارلس ایلوٹ نے اپنے ملک کو ۱۸۴۸ء میں ایک دستوری نظام عطا کیا۔ آسٹریا کی خفگی کی وجہ سے بادشاہ کو اپنا تخت چھوڑنا پڑا لیکن جب اسکا بیٹا سربراہ ہوا تو اسنے بھی واپس لینے سے انکار کر دیا۔

کیوور کی وزارت اور ۱۸۵۹ء کی جنگ

کیوور (Cavour) نے دیکھا کہ آسٹریا کی مداخلت بغیر جنگ کے نہیں رک سکتی۔ مگر آسٹریا کی فوجی طاقت سے ٹکرانا سارڈینیہ (Sardinia) کیلئے ہلاکت کو دعوت دینا تھا اسلئے کیوور نے خلفاء کی تلاش شروع کر دی۔ ۱۸۵۵ء میں اس نے روس کے خلاف انگلستان اور فرانس کا ساتھ دیا۔ اور فرانس سے ایک باضابطہ معاہدہ کر لیا جسکے رو سے فرانس نے وعدہ کر لیا کہ آسٹریا کو اطالیہ کی زمین سے نکال دیگا۔ ۱۸۵۹ء میں تھوڑا سا ملک آسٹریا کو مل گیا۔ چونکہ فرانس نے پوری دوستی کا حق ادا نہیں کیا اسلئے ناراضی کا جوش پورے اطالیہ میں پھیلا۔ جسنے قومی تحریک کو اور بھی تقویت بخشی۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے اپنے غیر ملکی حکمرانوں کو نکالنا شروع کر دیا۔ اور سارڈینیہ سے الحاق کا اعلان کرنے لگے۔ ۱۸۶۰ء میں گریبولڈی (Garribaldi) کی رہنمائی میں نیپلس (Naplis) اور سسلی (Sicily.) نے علم حریت بلند کر کے الحاق کا اعلان کر دیا۔ کیوور کی زندگی میں پورا ملک متحد نہ ہو سکا لیکن ۱۸۷۱ء میں روما بھی سارڈینیہ سے مل گیا۔ اور ملک پوری طرح سے متحد ہو گیا

اور کوئی حصہ غیر ملکیوں کے قبضہ میں باقی نہ رہا۔

اطالیہ کا موجودہ دستور ۱۸۴۸ء کا دستور بعینہ وبجنسہٖ قائم ہے اور اطالیہ کی پارلیمنٹ کوئی قانون نہیں بناتی۔ جب تک پورے طور سے دورانِ انتخاب میں عوام کی رائے نہ لے لی جائے۔ دیکھیے فیسی اسسٹ کی موجودہ حکمران جماعت کہاں تک اس اصول پر قائم رہتی ہے۔

یہ یورپ کا سب سے مختصر دستور ہے اس میں عام اصول بیان کیے گئے ہیں اختصار کی وجہ سے بہت کچھ کام قوانین اور رسم و رواج کر دیتے ہیں۔

بادشاہت سیوائے (Savoy) کا گھرانا بادشاہت کا حامل ہے۔ بادشاہ کے اختیارات اصل میں ذمہ دار وزراء کے ہاتھوں میں ہیں ۱۹۲۲ء کے قبل وزراء دار النائبین کی اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے لیکن اخیر میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ مختلف جماعتیں پیدا ہو گئیں اور کسی ایک میں بھی اس کی صلاحیت نہ رہی کہ وزارت کے بار کو اٹھا سکے ۱۹۲۳ء میں قانون پاس ہوا جس کے رو سے اس جماعت کو جس کو سب سے زیادہ ووٹ آئے اسکا حق دے دیا گیا کہ اپنی پوری اکثریت ⅔ حصہ دار النائبین میں قائم کرلے۔

اطالوی وزیر ڈگریاں بھی صادر کر سکتے ہیں پارلیمنٹ نے بعض وقت اپنے پورے اختیارات وزراء کو تفویض کر دیے ہیں۔ یہاں قانون سے زیادہ انسانوں کی پرستش ہے۔

اطالوی پارلیمنٹ پارلیمنٹ کے دو حصے ہیں ایک سینٹ، اور دوسرا دار النائبین۔ سینٹ کے بعض اراکین نسلاً بعد نسل بیٹھتے ہیں اور اکثر کو پوری عمر کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے۔ شاہی خاندان کی لوگوں کی نشستیں

وراثتہً اور دوسرے لوگوں کا تقرر چار مخصوص طبقوں کے لوگوں سے ہوتا ہے۔
نمبر۱ مسیحی علما نمبر۲ اراکین حکومت نمبر۳ سائنس اور ادب
کے درخشاں چراغ نمبر۴ ٹیکس دینے والے سینٹ کے اختیارات بہت
محدود ہیں سینٹ کسی تجویز میں ترمیم کرکے دارالنائبین میں واپس کرسکتی ہے
اگر سینٹ وزراء کا مشورہ ماننے سے انکار کردے تو وزراء نئے اراکین سینٹ
کا انتخاب کرکے سینٹ سے قانون منوا سکتے ہیں۔ جیسا وزراء نے ۱۸۹۰ء
میں کیا تھا۔ اطالیہ کی سینٹ میں ملک کے بہترین دماغ اور سیاسی تجربہ کے
لوگ بیٹھتے ہیں لیکن پھر بھی ملک ان کی رائے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اگر دارالامرا
کو کوئی ملک طاقتور دیکھنا چاہتا ہے تو انتخاب کا اصول اس کے لیے بھی مفید ہے

اطالوی سینٹ

اطالوی سینٹ یا دارالامراء کو بہتر بنانے کا مسئلہ
بہت دنوں سے پیش تھا اس لیے ایک مامورہ (Commission) نے جو تمام
ملکوں کے دارالامراء کا اچھی طرح سے مطالعہ کرچکا تھا یہ مشورہ دیا کہ اراکین
سینٹ کا انتخاب مخصوص انتخابی حلقوں سے ہوا کرے جس میں تمام
پیشہ اور پیشہ ور اپنا نمائندہ بھیجیں۔ اور جغرافی تقسیم یکقلم ترک کر دی جائے
اس تحریک یا اصلاح سے دارالعوام نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ اراکین کو خطرہ
ہوا کہ اگر سینٹ کی طاقت میں اضافہ ہوا تو خود ان کا اقتدار کم ہو جائیگا۔

اطالیہ کا دارالعوام

اطالیہ کے دارالعوام میں پانچ سو پینتیس ۵۳۵
اراکین ہوا کرتے ہیں۔ ہر اطالی باشندہ پڑھا ہوا ہو یا نہیں ووٹ دے سکتا
ہے ۱۹۱۹ء میں وسیع رقبہ اور متناسب نمائندگی کا اصول جاری کیا گیا۔
اس طریقہ کو غیر متناسب نمائندگی کہنا بجا ہوگا طریقہ یہ ہے کہ
انتخاب کے وقت ہر سیاسی جماعت ایک فہرست ناموں کی پیش کرتی ہے۔

عوام کسی ایک فہرست کے لیے ووٹ دیتے ہیں ان کو انفرادی اشخاص سے کوئی واسطہ نہیں جس فہرست پر زیادہ ووٹ آجاتے ہیں اس جماعت کو دو ثلث اراکین کے انتخاب کا حق ہوجاتا ہے۔ اور جماعتیں ایک ثلث میں تقسیم کرلیتی ہیں

مسولینی کے قانون انتخاب میں یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک جماعت مضبوطی سے وزارت پر قابض ہوجاتی ہے۔

اس قانون پر سخت احتجاج برپا ہوا کیونکہ مسولینی کی جماعت کو چالیس فیصدی ووٹ آئے تھے۔ اور اس نے چھیاسٹھ فیصدی اراکین سے دارالعوام کو بھر دیا۔ آخر کار ۱۹۲۵ء کی ابتدا میں مسولینی نے ایک ماموریہ (کمیشن) اس غرض سے مقرر کیا کہ صرف قانون انتخاب ہی میں ترمیم نہ کرے بلکہ دستور میں بھی۔ اس کی عارضی سفارشیں یہ تھیں کہ دارالعوام کے اراکین کی تعداد بڑھا کر چھ سو کردی جائے جس میں تین سو اراکین جغرافی اصول پر منتخب ہوں۔ اور تین سو پیشہ کے اصول پر وزارت ذمہ دار ہو سلینٹ اور دارالعوام کے سامنے۔ جغرافی اور پیشہ کی نمائندگی کا اتحاد یقیناً بہت بہتر معلوم ہوتا ہے۔

اطالوی سیاست ۱۸۴۸ء سے ۱۸۹۶ء

موجودہ اطالوی سیاست کی ابتدا ۱۸۴۸ء سے ہوتی ہے۔ کیوور نے اپنی وزارت میں ایک نہایت اچھی جماعت اپنے پیروؤں کی اکٹھا کرلی تھی جو اطالیہ کے اتحاد کے جذبہ سے سرشار تھے۔ ۱۸۷۰ء کے بعد سے ملک میں قدامت پرست اور آزاد خیال جماعت پیدا ہوگئی۔ قدامت پرست جن کے سر اطالوی اتحاد کا سہرا رہا دارالعوام میں بہت طاقتور تھے لیکن ان کے رجعی طریقوں سے عوام کبیدہ خاطر ہو سکتے تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۷۶ء میں آزاد خیالوں کو ان پر کامیابی ہوگئی

اور اس کامیابی کو انھوں نے بیس برس تک قائم رکھا

سنہ ۱۸۹۶ء سے لے کر جنگ عظیم تک

سنہ ۱۸۹۶ء میں قدامت پرست پھر برسر اقتدار آگئے۔ اس جماعت کا مشہور وزیر جیولٹائی تھا۔ اس جماعت کے پیرو دارالعوام میں ہمیشہ اپنی اکثریت نہیں قائم رکھتے تھے۔ پھر بھی توڑ جوڑ کر جیولٹائی وزارت پر قابض رہا۔

تین سیاسی مسئلے

سنہ ۱۸۷۰ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۰ء تک اطالیہ کی سیاست ان تین مسائل (رومی مسئلہ۔ اشتراکیوں کی ترقی تحریک فیسسٹ) کو سمجھے بغیر سمجھنا غیر ممکن ہے۔

اطالیہ میں کیتھلک فرقے کے لوگ بھرے پڑے ہیں۔ پھر بھی پاپائے روما کے اختیارات کے متعلق سخت اختلاف قائم ہے۔ چوتھی صدی میں جب دنیاوی سلطنت کا مرکز قسطنطنیہ ہوگیا تو روم میں پوپ کو زبردست طاقت حاصل ہوگئی۔ دور وسطی سے لیکر ویانا کی کانگریس تک پوپ کے اختیارات اپنی مختلف شکلوں میں قائم رہے اس کانگریس نے بھی پوپ کو روما اور چند قطعات کا دنیاوی بادشاہ تسلیم کرلیا۔ پوپ کا روحانی تسلط تمام دنیا کے کیتھلک گرجے پر قائم تھا اس میں مداخلت کا کوئی سوال نہ تھا۔ ان قطعات کے لوگوں نے جو پوپ کے دنیاوی اقتدار میں تھے دستور کا مطالبہ کرنا شروع کیا۔ اور چونکہ سارے اطالیہ کی خواہش تھی کہ اطالیہ متحد ہوکر روما کے دارالسلطنت سے احکام نافذ کرے اسلئے سنہ ۱۸۷۰ء میں روما پر قبضہ کرلیا گیا۔

ایک قانون پوپ کی ضمانت وکفالت کا پاس کیا گیا جس سے پوپ کی عظمت ووقار کو قائم رکھنے کیلئے بہت سے اختیارات

تسلیم کر لیے گئے اور بیس لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا گیا۔
اس قانون سے پاپائے روم خوش نہیں ہے اور اس رنج میں وہ کبھی
محدود اراضی سے قدم باہر نہیں رکھتا اور نہ اس سلسلہ آج تک شاہی خزانہ سے
ایک پیسہ لیا ہے۔ پوپ لیو سیزدہم نے تو ۱۸۹۵ء میں فتویٰ دے دیا کہ
کیتھلک فرقے کے لوگ نہ ووٹ دیں اور نہ حکومت کی نوکری قبول
کریں ترک موالات کامیاب نہ ہو سکا اسلیئے اب اجازت دے دی گئی ہے
کہ چرچ کے دشمن یا اشتراکین کے مقابلہ میں کیتھلک فرقے کے لوگ
کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس سے کیتھلک فرقے کی ایک خاص جماعت اطالیہ
کی پارلیمنٹ میں قائم ہو گئی ہے۔

اطالیہ کی سیاست میں دوسرا اہم مسئلہ اشتراکین کا ہے ۱۸۷۵ء سے
لیکر ۱۹۱۸ء تک یہ برابر ترقی کرتے رہے اور جنگ کے بعد روس اور جرمنی
کے انقلاب سے دلیر ہو کر انھوں نے اسکا عزم کر لیا کہ سرمایہ داری کو ختم
کر کے سوویٹ کے اصول پر سلطنت چلائینگے ۱۹۲۰ء کے نومبر میں دارالعوام
میں ایک سو چھپن جگہوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ تمام مزدور روس کی
طرح کارخانوں پر قبضہ کر کے حکومت کرنے لگے ۱۹۲۰ء میں یہ معلوم
ہوتا تھا کہ ملک میں سوویٹ کے اصول پر حکومت ہو گی۔ پرانا جیولٹائی
وزارت کو لیئے خاموش بیٹھا تھا۔

تحریک فسسٹ اسی ہنگامہ میں عالم وجود میں آئی جنگ کی ابتدا میں
ایک چھوٹی سی تنظیم قائم کی گئی تاکہ اتحادیوں کی طرف سے ملک کو جنگ
کی شرکت کے لیئے ابھارا جائے۔ جب ۱۹۱۵ء میں اطالیہ جنگ میں
شریک ہو گیا تو اس تنظیم کی ضرورت نہ رہی۔ التوائے جنگ کے بعد

مسولینی کے زیر قیادت پھر بہ طاقتور ہو گئی اسکا مقصد قومی اسپرٹ کو ابھارنا اور امن کے قیام میں حکومت کی امداد اور اشتراکین سے جنگ کرنا تھا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں جب ملک بدامنی کا شکار ہو رہا تھا تو اس میں پوری طاقت آ گئی اور یہ ہتھیار سے مسلح ہو گئے۔ اشتراکین کا اقتدار سنہ ۱۹۲۱ء کے دار العوام میں کم ہو گیا تھا پھر بھی بہ حیثیت جماعت کے انکا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اشتراکین نے سارے ملک کے مزدوروں کو کام چھوڑ دینے کے لیے کہی فسسٹ نے اسکا جواب یہ دیا کہ ان کی جگہ پر کام کرنے لگے۔ اپنے کو منظم اور مسلح کر کے روما پر دھاوا کر دیا اور وزارت سے مطالبہ کیا کہ مسولینی کے ہاتھ میں حکومت کی باگ دے کر الگ ہو جائے۔ وزارت الگ ہو گئی اور مسولینی وزیر اعظم ہو گیا۔

مسولینی نے ایک قانون سنہ ۱۹۲۳ء میں دار العوام میں پیش کیا جس کے رو سے وہ جماعت جو سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرے اس کو یہ حق ہو گا کہ اراکین کی تعداد میں تین حصوں میں سے دو حصوں پر قابض ہو جائے۔ یہ اسلیئے تھا کہ وزارت کے قیام میں کوئی دقت نہ ہو۔ پچاس برس میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اطالیہ کی وزارت مستحکم بنیادوں پر قائم ہوئی۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں مسولینی نے بہت سے آزاد خیالوں اور قوم پرستوں کو اپنی جماعت میں شریک کر لیا تھا لیکن اس پر بھی اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کیلئے اس کو ظالمانہ طریقوں پر چلنا پڑا۔

جباریت | تحریک فیسسزم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سرمایہ اور کی ڈکٹیٹر شپ (زعیم شاہی) ہے اسکے موافقین کہتے ہیں کہ کسی ایک طبقہ کو اسکا حق نہیں پہونچتا کہ سارے ملک کو ستائے۔ اور اسی لیئے حکومت کی طاقت کو مستحکم کرنا اس کا فرض اولین ہے لیکن جو طریقہ اسنے اختیار کیا ہے

اس سے مخالفت کا طوفان پیدا ہو رہا ہے۔ مسولینی ہر جائز مخالفت کو بھی بغاوت کا مرادف سمجھتا ہے۔ دیکھئے تاریخ سیاست کی اس حیرت انگیز معمے کو کیونکر حل کرتی ہے۔

سیاسی رجحانات

اگر اطالیہ کے سیاسی رجحانات کا ہم پتہ لگانا چاہیں تو ہمیں اس کی جغرافی حالت اور اس کی آبادی کا علم از بس ضروری ہے۔ اطالیہ میں ایک سو تیس انسان فی مربع کیلو میٹر بستے ہیں اور آبادی فرانس و انگلستان سے بہت زیادہ گنجان ہے۔ فرانس اور انگلستان میں کوئلہ بھی اور لوہا بھی بہت ہے اور اطالیہ میں گویا نہیں خام پیداوار بھی اطالیہ کے بس میں نہیں۔ غلہ کی درآمد تک بند کر دی جا سکتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ صرف ۱۹۲۳ء میں دس لاکھ انسان اطالیہ سے نکل کر دوسری جگہ جا بسے۔

اطالیہ کے پاس نوآبادیوں کی بہت کمی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب تک اطالیہ کی قوم طاقتور ہوئی اس وقت تک نوآبادیوں کی تقسیم ہو چکی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں اطالوی حکومت طرابلس پر حملہ آور ہوئی۔ اور افریقہ کے تھوڑے حصہ پر قبضہ بھی کر لیا لیکن اطالیہ کو اپنے مقبوضات کے لیئے بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔

اطالیہ کا سارا ملک بحر متوسط میں ہے لیکن اس سمندر کی دونوں کنجیاں نہر سویز اور جبل الطارق پر انگریزوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ فرانس کا قبضہ ٹولن پر۔ غرض یہ کہ اطالیہ خود اپنے گھر میں محصور ہے اور اپنی حفاظت کے لیئے فرانس و انگلستان کا دست نگر۔ اگر اس نے فوراً اپنی آبادی کی غذا کا سامان نہ کیا تو ممکن ہے کہ ملک انقلاب میں

گھر جائے مگر سوال یہ ہے کہ اطالیہ اپنی جگہ کہاں پیدا کرے گا مشرق میں مصطفیٰ کمال نے اپنے کو اتنا قوی کر لیا ہے کہ مسولینی کی ہمت نہیں پڑ سکتی دکھن کی طرف ٹریپولی سے آگے بڑھنا ریگستان میں خون خشک کرنا ہے۔ پھر افریقہ کے اور حصوں پر فرانس۔ انگلستان اور اسپین قابض ہو چکا ہے۔ کیا اطالیہ آفتاب میں جگہ بنائے گا۔

مسولینی نے حال میں (۲۷ء ۱۹۲۸ء) چند معاہدے کے ذریعہ اپنی طاقت کو مضبوط کر لیا ہے اور تجارت کے لیے نیا نیا راستہ نکالا ہے۔ ایک معاہدہ اطالیہ کا ترکوں سے دوسرا یونان سے۔ ایک اور معاہدہ ترکوں اور یونان کا اطالیہ نے کرا دیا تاکہ کوئی ایسا جنگ کا شعلہ نہ بلند ہو جس سے اطالیہ کی روز افزوں ترقی رک جائے۔ بلقان کی طاقتوں میں ہنگری البانیہ اور ترک اطالیہ کے ساتھ ہیں بقیہ اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں فرانس کے ساتھ۔ یونان سخت پریشانی میں پڑ گیا لیکن ترکوں اور اطالویوں سے خوف زدہ ہو کر خاموش بیٹھا ہے۔

اب اطالیہ کی تجارت یونان ہو کر بلقان اور ایشیائے کوچک میں پھیلتی رہے گی۔

سوئیزرلینڈ یوروپین ممالک میں سب سے چھوٹا ہے اور اسکو فرانس جرمنی اور اطالیہ احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ مختلف اقوام کے ہیں اور ان کی کوئی قومی زبان بھی نہیں ہے۔ ان میں اکثر جرمن بولتے ہیں اور بعض حصوں میں فرانسیسی اور اطالوی زبان بولنے والوں کی اکثریت ہے مذہبی عقاید میں بھی کوئی یکجہتی نہیں ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ بارہ حصوں میں اکثریت رکھتا ہے۔ اور کیتھولک بقیہ دس میں۔ قوم زبان

اور مذاہب قومیت کی بنائے ثلاثہ کہلاتی ہیں لیکن چار کرڑ و سوئس کو دیکھو جن میں باوجود ان اختلافات کے ایک زبردست قومیت قائم ہے اور جن کے حب الوطنی کا جواب یورپ کی کوئی قوم نہیں دے سکتی۔

ابتدائی تاریخ یوں تو اس قوم کی ابتدا کو چھ سو سال ہو گئے لیکن اصل میں ویسٹ فیلیا (۱۶۴۸ء) کا صلحنامہ ان کی آزادی کا سنگ بنیاد ہے۔ مختلف قطعات جنھیں کینٹون (Canton) کہتے ہیں متحد ہو کر ایک عہدیہ (Confederation) کی بنا ڈالی۔ لیکن ہر کینٹون میں اپنے انتظامات خود ہوتے اسلیئے عہدیہ کو کوئی مرکزی طاقت نہ پیدا ہو سکی۔ جب کوئی ایسا مسئلہ آتا جس سے تمام کینٹون کو برابر کا واسطہ ہوتا تو ایک مجلس جسے وائٹ کہتے بلا لی جاتی۔ لیکن اس مجلس میں جب تک بالاتفاق ووٹ نہ آتا کوئی قانون نہ بن سکتا۔ اکثریت کو اسکا حق نہ تھا کہ اقلیت کے خلاف کوئی قانون پاس کرے نہ اقلیت پر اس کی پابندی تھی کہ اکثریت کے پاس کیئے ہوئے قوانین کو مانتی۔

انقلاب فرانس سوئیزرلینڈ کا یہی حال تھا جب فرانسیسی انقلاب کی آگ مشتعل ہوئی۔ سوئیزرلینڈ کو اس آگ میں کودنا پڑا اور سوئیزرلینڈ کو شکست ہوئی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ سوئیزرلینڈ کی آزادی میں ضعف آگیا۔

مابعد ۱۸۱۵ء نپولین کی شکست کے بعد جب ۱۸۱۵ء میں وائنہ کی کانگریس بیٹھی تو سوئیزرلینڈ کی کھوئی ہوئی آزادی مل گئی۔

۱۸۴۷ء میں سوئیزرلینڈ کے ان کینٹونوں میں جہاں کیتھلک فرقہ کی آبادی زیادہ تھی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس فرقہ کے حقوق

پامال کیے جائینگے اسلیے اس فرقہ نے فرانس اور آسٹریا سے جو انھیں کے فرقہ کے زیر نگین تھا مدد کے طالب ہوئے جن کنٹونوں میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ رہتے تھے فوراً خائف ہو کر جنگ آزما ہو گئے۔ ایک مذہبی جنگ کے بعد کیتھلک فرقہ کو شکست ہوئی۔

۱۸۴۸ء کا دستور اس جنگ سے ایک فائدہ ضرور ہوا کہ سوئس اقوام نے اس کو محسوس کیا کہ ان کے عہدیہ Confederation کو طاقتور ہونا چاہیے۔ اور اقلیت کے حقوق کافی طور سے محفوظ ہونے چاہییں اسکے بعد ۱۸۴۸ء کا دستور وجود میں آیا۔ اب سوئیزرلینڈ میں کینٹونوں کی آزادی کم ہونے لگی۔ اور مرکزی حکومت کم ہوگئی یہانتک کہ دستور کی تجدید چند ترمیموں کے بعد ۱۸۷۴ء میں ہوگئی اور آج تک سوئس عہدیہ کا یہی دستور قائم ہے۔

دستور اس میں عوام کے حقوق کا الگ سے کوئی مسودہ نہیں دستور میں اعلان ہے کہ سوئیزرلینڈ کا ہر باشندہ قانون کے سامنے مساوی حقوق رکھتا ہے۔ اخبارات آزاد ہیں اور ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔

ترمیم و تجدید دستور کی ترمیم و تجدید صرف عوام کی اکثریت کرسکتی ہے۔ تجویز کی ابتدا یا تو مجلس وفاقیہ کرے گی یا پچاس ہزار دستخط کے بعد خود عوام کرسکتے ہیں۔ سوئیزرلینڈ ایک وفاقی جمہوریت ہے اور اسکے بائیس کنٹون مکمل آزاد ہیں حکومت وفاقی کو جتنے اختیارات ان کنٹونوں نے دیا ہے وہی اس کو حاصل ہے انھوں نے تین پابندیاں اپنے اوپر عاید کرلی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر کنٹون میں حکومت جمہوریت کے

اصول پر ہوگئی۔ دوسری تقسیم کا حق عوام کو ہوگا تیسرے یہ کہ مرکزی، وفاقی دستور کے خلاف ان میں کچھ نہ ہوگا۔ ان تینوں باتوں کا خیال کر کے ہر کنٹون اپنا دستور تیار کر سکتا ہے۔

اختیارات کی تقسیم

وفاقی حکومت کو خارجی سیاست پر پورا اختیار ہے گو دستور میں اس کی اجازت دے دی گئی ہے کہ ہر کنٹون دوسرے ملکوں سے حکومت وفاقی کے مشورہ کے بعد معاہدہ کر سکتا ہے سفراء کی تقرری وغیرہ اعلان جنگ و مصالحت معاہدات کا انجام، فوجی نظام، ڈاک۔ ریل تار اور ٹیلیفون کا انتظام زر و زر کاغذی کا اجرا، تجارت و بینک کا انتظام و کروڑ گیری (Custom Duties) اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن عوام پر ٹیکس کرنے کا اسکو اختیار نہیں ہے۔ اگر اسکو روپے کی ضرورت ہوتی ہے تو کنٹونوں سے مطالبات کر سکتی ہے۔

سوئیزرلینڈ کی وفاقی پارلیمنٹ

(دار الخواص) اسکے کوئی خاص اختیارات نہیں ہیں ہر کنٹون دو ارکین مہیا کرتا ہے۔ ہر کنٹون جتنے دنوں کے لیے اور جس طریقہ سے انتخاب کرکے چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔

دار العوام

اس میں دوسو ارکین ہوتے ہیں اور متناسب نمائندگی کے ذریعہ سے ہر کنٹون انتخاب کرتا ہے انتخاب ہر تیسرے سال ہوتا ہے ہر سیاسی جماعت اپنی فہرست عوام کے سامنے پیش کرتی ہے۔ ہر مرد بالغ کو ووٹ دینے کا اختیار ہے۔

کام کا طریقہ

دار العوام کے اجلاس سال میں دو مرتبہ ہوا کرتے ہیں ارکین جرمن فرانسیسی اطالوی تینوں زبانوں میں تقریر کرتے ہیں تینوں زبانیں سرکاری مان لی گئی ہیں اور تمام سرکاری کاغذ تینوں زبان

میں شایع ہوتے ہیں بحث میں وقار قایم رہتا ہے اور دوسری قومی مجلسوں کی
طرح یہاں حشرات نہیں ہوتا۔

اگر جرمنی کے دارالعوام میں جاؤ تو ہمیشہ اصلوات و مسلمات کی بحث
سنوگے اگر فرانس میں جاؤگے تو شاندار الفاظ کے طوفان سے واسطہ پڑیگا
اگر انگلستان کے دارالعوام میں جاؤگے تو ممکن ہے کہ شرم شرم، وایس وایس
کے نعروں سے آسمان پھٹتا نظر آئے لیکن سوئیزرلینڈ کے دارالعوام میں
نہایت اطمینان سے گفتگو کر کے قانون سازی کا کام انجام دیتے ہیں وہاں
ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وزارت کی قسمت کا فیصلہ دارالعوام یا دارالخواص
کے ووٹ اور بحث پر نہیں ہے۔ وزرا اپنی جگہوں پر متمکن رہتے ہیں چاہے
ووٹ کسی طرح پر آئے۔ وہاں سات آٹھ ہفتوں میں ایک سال کا کام انجام پاتا ہے

قانون سازی کے طریقے

ہر مسودہ دارالعوام اور سنیٹ
میں ہر ایک وقت پیش ہوتا ہے۔ مسودہ پیش کرنیکا حق دونوں کے اراکین
کو ہے۔ کمیٹی کے کاموں پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا ہے۔ پورا مباحثہ خود
دونوں ایوانوں میں ہولیتا ہے اگر اختلاف ہوا تو دونوں کی مجلسیں بیٹھکر تصفیہ
کرلیتی ہیں سوئیزرلینڈ کا دارالخواص قدامت پرست نہیں ہے۔

سوئس حکومت کا عاملانہ شعبہ خاص توجہ کا مستحق ہے تمام ممالک
میں عاملانہ اقتدار کا سرچشمہ صدر یا شہنشاہ ہوتا ہے لیکن سوئیزرلینڈ
عاملانہ اقتدار کا دوسرا سرچشمہ ہے۔ ایک کو مجلس وفاقی کہتے ہیں اس میں سات
وزرا ہوتے ہیں جن کو دونوں قانون ساز جماعتوں نے چنا ہی جب ان کا
انتخاب ایک مرتبہ ہولیتا ہے تو وزرا کبھی علٰحدہ نہیں کیے جاتے ایسی مستقل
وزارت یورپ کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے۔ دونوں قانون ساز

جماعتیں اپنے ایک رکن کو سوئس عہدیہ (Swiss Confideration)
کا صدر بھی منتخب کرتی ہیں یہی عاملانہ اقتدار کا دوسرا سرچشمہ ہے۔ اس صدر کے
تعلق وزارت کا انتخاب نہیں ہے اور نہ ان پر اسکو کسی طرح کا اقتدار حاصل ہے
دونوں ایوان ایک نائب صدر کا بھی انتخاب کرتی ہیں یہی دونوں ایک امیر
(Chancellor) کو بھی منتخب کرتی ہیں۔ اس امیر کے تعلق سکرٹری کا غذات
کا رکھنا اور انتخاب کا کرنا ہے اس کو سیاسی اختیارات بہت کم حاصل ہیں۔

مجلس وفاقی کا کام | عموماً مجلس وفاقی کو صرف عاملانہ اختیار
حاصل نہیں ہیں بلکہ قضایا اور قانون سازی کا بھی۔ یہ سوئس پارلیمنٹ کی
وزارت بھی ہے۔ اور اس طور سے دونوں ایوانوں کے کام بجالانے پڑتے
ہیں۔ اگر وزراء کی تجاویز پر عمل کرنے سے ایوانوں نے انکار کردیا تو وزراء
فرانس وانگلستان کی طرح مستعفی نہیں ہوتے اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ
ملک کو ہمیشہ بہترین وزراء کی خدمات حاصل رہتی ہیں۔ اور انگلستان اور
فرانس میں محض ایک پالیسی کے اختلاف سے مخالفین ہی ملک سلطنت کو
تہ و بالا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس سے دوسرا نقصان در یہی ہے
کیونکہ سلطنت کا اعتبار گھٹ جاتا ہے۔ ابھی ایک وزارت نے ایک
خاص قسم کا سمجھوتہ ایک ملک سے کیا دوسری وزارت نے اس سمجھوتہ کو مضر
سمجھا جس ملک سے سمجھوتہ ہوا اس کو خیال ہو جاتا ہے کہ ایسی سلطنت کا
اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

عاملانہ اختیار | مجلس وفاقی سرچشمہ ہے تمام عاملانہ اختیارات کا
پورے سوئیزرلینڈ کے لیے قانون کا بنانا، فوج کی درستگی، افسران کی
تقرری، بجٹ کا حساب، مال کی وصولی۔ اخراجات کی دیکھ بھال اور

اور سیاست خارجہ کی ذمہ داری اسی کے سپرد ہے

قانون سازی کے اختیارات وزرا مسودہ تیار کرا کے ایوانوں میں پیش کرتے ہیں بعض اوقات اراکین بھی اپنا مسودہ ان سے تیار کرا کے انھیں سے پیش کراتے ہیں گو وزارت کو قوانین سے اختلاف ہے لیکن ان کی حیثیت ایک مقنن یا اعلیٰ درجہ کے انجینیر کی ہے جو اپنے مالک کو مشورہ دیدیتا ہے۔ مگر اگر مالک نے مشورہ قبول کرنے سے انکار کیا تو غصہ میں کام نہیں چھوڑ دیتا ہے۔

قضائی اختیارات انتظامی اقتدار بھی وزراء کو حاصل ہیں اس سلسلہ میں قضایا کے کام انجام دیتے ہیں پہلے تو پورے جمہوریت کی یہ حکومتی عدالت اعلیٰ تھی اور دستوری قوانین کے متعلق جتنے اختلافات ہوتے ان کا فیصلہ کرتی لیکن اب یہ سب اختیارات وفاقی عدالتوں کو حاصل ہیں۔

مجلس وفاقی (بہ حیثیت ایک کابینہ کے) سوئیزرلینڈ میں وزرا کسی مخصوص سیاسی جماعت کی رہنمائی نہیں کرتے نہ اُن کا کوئی مخصوص سیاسی پروگرام ہوتا ہے بعض مسائل میں تو وہ مختلف الرائے ہوتے ہیں اور اپنے اختلاف کو ایوانوں میں ظاہر کر دیتے ہیں۔ ان میں کوئی وزیر اعظم نہیں ہوتا۔ صدر کو معمولی صدر کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ مسئلہ کثرت الشرکت سے طے ہوتا ہے۔

عہدہ داران احکام بالادست کے ہاتھ میں عہدہ داروں کی تقرری نہیں ہے بلکہ وزارت کے ہاتھ میں ہے وہاں مقابلہ کا امتحان ہوتا ہے مگر بعض اوقات، امتحان کے نتائج خیال کئے ہوئے بغیر مقرر کر دیتی ہے سرکاری نوکریوں میں کام زیادہ اور مشاہرہ کم ہوتا ہے۔

سوئیزرلینڈ کی عدالت وہاں چوبیس ججوں کی ایک
عدالت اعلیٰ ہے جنھیں چھ سالوں کے لیئے دونوں ایوان ملکر منتخب کرتی
ہیں زیادہ مقدمات کینٹون کی عدالتوں میں ختم ہوجاتے ہیں۔ یہ عدالت
اعلیٰ کینٹون کے قوانین کو خلاف قانون قرار دے سکتی ہے لیکن وفاقی
قانون کو اسے ماننا پڑتا ہے۔ امریکہ کی عدالت عالیہ کی طرح اسکو اختیارات
حاصل نہیں ہیں۔

سوئیزرلینڈ کی سیاست اس ملک میں قوم مذہب زبان
اور اقتصادی تفریق کا اکھاڑہ نظر آتا ہے۔ کاشتکار اور زمیندار بھی ہیں
پروٹسٹن اور کیتھولک کے پرانے جھگڑے بھی زندہ ہیں پھر بھی ملک میں
غیر معمولی حب الوطنی پائی جاتی ہے۔

ہدایت اور مراجعہ جب ایک مسودہ قانون کا تیار کرکے
ایک خاص اکثریت قوم کی مطالبہ کرتی ہے کہ اسے قانون ساز جماعت
منظور کرلے یا انتخاب کے وقت اس پر ووٹ لے لیا جائے تو اسے ہدایت
کہتے ہیں جب قوم مطالبہ کرتی ہے کہ قانون ساز جماعت کے منظور کیئے ہوئے
قوانین پر عمل کرنے کے پہلے عوام سے رائے لے لی جائے تو اسے مراجعہ کہتے
ہیں۔ یہ طریقہ زمانہ قدیم میں اکثر جگہ جاری تھا لیکن مفقود ہوتا گیا مگر سوئس
قوم نے اپنے یہاں محفوظ رکھا عمومیت اور جمہوریت کے یہ دونوں بہترین
آلے ہیں کیونکہ ایوانوں کے اراکین ہمیشہ عوام کے ان دونوں حربوں سے
مخوف رہتے ہیں۔

کینٹون کی حکومت سوئیزرلینڈ کے ایسے چھوٹے ملک میں بائیس
کینٹون یا اضلاع ہیں ہر ایک کا الگ دستور اور الگ حکومت ہے۔

کسال میں ایک مرتبہ ہر بالغ مردونکا ایک جلسہ ہوتاہے جس میں پانچ اراکین کی مجلس انتظامیہ منتخب ہوا کرتی ہے اور عام کاموںکو انجام دیتی ہے بعض کینٹون ایک بڑی مجلس مقرر کردیتی ہے اور جلسہ عام میں کوئی مسئلہ طے نہیں ہوتا۔ ہر کینٹون کی حکومت نہایت کامیاب اور سادہ ہے سوئیزرلینڈ نے مقامی حکومت میں جس ایمان دارانہ اور کم خرچ طریقۂ حکومت کا رواج دیاہے اس سے ہر قوم کو سبق لینا چاہیئے۔

فوجی نظام ہر باشندہ پر فوجی تعلیم فرض ہے لیکن جمہوریت کو مستقل فوج قائم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اکثر مدرسوں میں فوجی تعلیم شروع ہوجاتی ہے اور اسکا سلسلہ چالیس برس کے سن تک قائم رہتاہے۔ پیدل فوج ڈیڑھ لاکھ تیار ہوسکتی ہے۔ افسری کے لیئے خاص تعلیم ہے۔ ہر افسر اپنے کاموں میں لگا رہتاہے اور وقت ضرورت حکومت کے سامنے اپنے کو پیش کردیتاہے پوری فوج دفاعی ہے اور باوجود اسکے کہ فوجی تعلیم عام ہے وہاں کوئی کسی ملک پر حملہ کرنیکی خواہش نہیں رکھتا اور نہ سوئیزرلینڈ نے سو برس سے غیر ملک سے جنگ کی ہے۔

مقدس رومی سلطنت مقدس رومی سلطنت میں تقدس تھا نہ رومیت تھی نہ سلطنت کی خوبیاں تھیں سنہ ۹۶۲ء سے لیکر انیسویں صدی کی ابتدا تک اس کی ساری کوششیں یورپ کو ایک عیسائی شہنشاہ کے ماتحت لانے کی بیکار گئیں۔

پروسیا اسی سلطنت کے ایک جزو میں ھوھن زولرن (Hohezollern) کا خاندان حکومت کرتا۔ دور وسطی کے خیر میں اس نے ترقی کی۔ سی سالہ جنگ کے بعد تھوڑے سے اور قطعات مفتوح کیئے گئے۔

۱۷۰۱ء میں اسکے حکمران نے بادشاہ کا لقب اختیار کرلیا اور آسٹریا سے سلیسیا کو لیکر اور مضبوط ہوگیا۔ فریڈرک اعظم (۱۷۴۰ء۔ ۱۷۸۶ء) کے زمانہ میں پروسیا کی سلطنت فوجی نقطہ خیال سے یورپ کی ایک طاقتور سلطنت تھی۔

نپولین کی فتح

فریڈرک کے انتقال کے بعد فوج اور حکومت میں جمود سے انحطاط آگیا۔ ۱۸۰۶ء میں نپولین نے جینا کی فتح کے بعد مقدس رومی سلطنت کا چراغ گل کردیا۔ اور پروسیا کا آدھا ملک چھین لیا۔

نپولین کی فتح حقیقت میں ملک کے لیئے رحمت ثابت ہوئی ہے پروسیا نے نئے نئے انتظامات کیئے۔ نپولین کا حکم تھا کہ فوج ایک محدود تعداد سے نہ بڑھائی جائے۔ جس پر حکومت نے ایسے ایسے طریقے نکالے جس سے سارا ملک فوجی تعلیم سے مضبوط ہوگیا۔

نپولین نے سارے جرمنی کو فتح کرکے تمام جرمنونکو متحدہ قومیت سے دوچار کردیا تھا۔ اور قومیت کا خیال محکومیت میں پیدا ہوگیا تھا۔ اگر کوئی نپولین نہ ہوتا تو پروسیا ہرگز دور وسطی سے دورِ جدید میں نہ پہونچتا

جرمنی مابعد ۱۸۱۵ء

وائنہ کی کانگریس (۱۸۱۵ء) نے آسٹریا۔ پروسیا اور ۳۷ چھوٹی چھوٹی حکومتونکا ایک وفاقی نظام قائم کردیا۔ ایک ڈائٹ میں یہ تمام حکومتیں اپنے مخصوص نمائندوں کو بھیجتیں اسکو صلح اور جنگ کا پورا اختیار تھا لیکن ٹیکس لگانے کا یا قرضہ لینے کا اختیار نہ تھا۔ پروسیا اور آسٹریا کی رقابت سے ڈائٹ کے سارے کام رکے پڑے رہتے تھے۔

۱۸۴۸ء میں جب انقلاب کی آگ تمام ملک میں مشتعل ہوئی تو جرمنی کی تحریک آزادی میں بھی طاقت آگئی۔ پانسو لبرلین اس غرض سے جمع ہوئے

تاکہ ایک مضبوط جرمن سلطنت قائم کریں لیکن انھوں نے اصولات و مسلمات کے مباحثہ میں زیادہ وقت صرف کیا اور آخر کار مشکلوں سے جرمن حکومت کے دستور کو بنانے میں کامیاب ہوئے لیکن اس دستور کو کسی نے قبول نہ کیا اور پرانی ڈائٹ بُرے بھلے چلتی رہی۔ اس تحریک سے متاثر ہو کر پروسیا نے ۱۸۵۰ء میں اپنے ملک کو دستور دے دیا اور یہی دستور انقلاب ۱۹۱۸ء کے قبل تک قائم تھا تا آنکہ ۱۹۲۰ء میں پروسیا کا نیا دستور عالم وجود میں آیا۔

قومی تحریک کی ترقی

تحریک آزادی پروسیا میں ناکامیاب ہوئی لیکن قومیت کی تحریک کو برابر ترقی ہوتی گئی۔ روسی قوم پرست چاہتے تھے کہ ٹیوٹنک خون کا ہر فرد ایک جھنڈے کے نیچے آجائے۔ لیکن یہ اوسی وقت ممکن تھا جب آسٹریا کو بزور شمشیر جرمن سیاست سے علحدہ کر دیا جاتا۔

آسٹریا سے جنگ

۱۸۶۲ء میں بسمارک کے ہاتھ میں قلمدان وزارت آیا اور اس نے ۱۸۶۶ء میں آسٹریا سے جنگ چھیڑ دی یہ جنگ چھ ہفتوں تک قائم رہی اور بسمارک نے وائنا کے دروازوں پر پہونچکر حسب خواہ ایک صلحنامہ حاصل کیا۔ آسٹریا کو صرف مجبور کیا گیا کہ جرمن معاملات میں مداخلت سے باز آجائے۔

فرانس کی مداخلت

نپولین سوم نے اعلان کر دیا کہ وہ تمام جرمنوں کے اتحاد کو یورپ کی امن کے لیے عموماً اور فرانس کی امن کے لیے خصوصاً مناسب نہیں سمجھتا۔ بسمارک نے دوسری جنگ فوراً مناسب نہ سمجھی اسلیئے چار جرمن ریاستوں کو علحدہ کرنے پر بادل ناخواستہ راضی ہو گیا۔ مابقیہ بائیس ریاستوں میں پروسیا بہت طاقتور تھا ایک وفاقی دستور تیار ہوا جسے ۱۸۶۷ء میں سبھوں نے

منظور کر لیا۔ ۱۸۷۰ء میں چار جرمن ریاستیں جنہیں فرانس نے علیحدہ کیا تھا
خود سے آملیں اور چند ترمیمات کے ساتھ ۱۸۷۱ء کا مکمل وفاقی دستور قائم ہو گیا
جس پر پوری جرمن سلطنت انقلاب کے قبل تک عمل پیرا تھیں۔

فرانس اور پروسیا کی جنگ اس دور کا ہر مبصر سیاست
جانتا تھا کہ فرانس اور جرمنی میں جنگ ہو کر رہے گی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ
اسپین کی سلطنت کے لیے ایک پروسی شہزادہ منتخب ہوا۔ فرانس نے اعلان
کر دیا کہ شمال وجنوب دونوں طرف جرمن حکومت فرانس کے لیے خطرناک ہے
شہزادے نے اپنا نام واپس لے لیا۔ فرانس نے اصرار کیا کہ جرمن حکومت اسکا
وعدہ کرے کہ کوئی جرمن شہزادہ کبھی بھی اسپین کے تخت پر نہ بیٹھے گا۔ پروسی
حکومت نے ایسا وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۹ر جولائی ۱۸۷۰ء میں اعلان جنگ
ہو گیا۔ جرمنوں کو پوری کامیابی ہوئی اور فرانس کو ایک نہایت ذلیل صلح
کرنی پڑی۔ بسمارک نے چار جنوبی ریاستوں کو ملا کر ۱۸ر جولائی ۱۸۷۱ء میں
جرمنی سلطنت کا اعلان کر دیا جس میں شاہ پروسیا شہنشاہ جرمنی ہو گیا۔
دستور میں زیادہ تبدیلی کی ضرورت نہ ہوئی۔ صرف نئی ریاستوں کو تھوڑے
سے فاضل اختیارات دیے گئے۔

جرمنی شہنشاہیت کی تباہی ایک درس عبرت ہے ۱۸۷۱ء سے لیکر
۱۹۱۸ء تک شہنشاہیت قائم رہی۔ اس نے سلطنت کو دولت، اثر، طاقت
اور آبادی کی فراوانی سے مالا مال کر دیا۔ خود جرمنوں کی نظر میں نہیں بلکہ ہر مبصر سیاست
کے علم میں اس سے بہتر سلطنت نہیں قائم ہو سکتی تھی جب بوربون فرانس
میں فنا ہوئے، یا زار روس میں بگڑے یا آسٹریا کی شاہی ختم ہوئی تو کسی نے
کوئی تعجب نہیں کیا کیونکہ ہر کوئی جانتا تھا کہ ان کی سلطنت تلوار کے زور سے

قائم ہے لیکن جرمنی کی شہنشاہیت کی تباہی یقیناً تاریخ کا ایک حیرت انگیز معمہ ہے
اس میں ہر بالغ مرد کو ووٹ دینے کا اختیار تھا۔ بغیر نائبین کے مشورہ کے ٹیکس
نہیں لگایا جاتا۔ دستور کارآمد اور صاف تھا۔ نظم و نسق کے ذمہ داری میں مرکزیت
تھی۔ انتظام میں آسانی تھی۔ مضبوط عامل کے فوائد حاصل تھے۔ پھر بھی جب جنگ
میں ناکامیابیاں شروع ہوئیں تو یکایک غیر اور اپنے سب اسے برا کہنے لگے۔
کسی نے جابر کہا، کسی نے فوجی غرور سے سرشار، کسی نے اسے دنیا کی عمومیت
اور امن کے لیے خطرناک بتایا۔

جرمن سلطنت ۲۵ ریاستوں کی ایک وفاقی سلطنت تھی لیکن پروسیا
کو بڑے اختیارات حاصل تھے۔ شہنشاہی حکام کے ہاتھ میں سیاست خارجہ
بیرونی تجارت، بری و بحری افواج، ٹیکس کرنا اور قرض لینا، ریل، نہر، ڈاک
تار، زر اور بینک وغیرہ کا انتظام تھا، فوجداری دیوانی، قانون سازیاں بھی
شہنشاہی ایوان Imperial Parliament کے ہاتھ میں تھیں۔

قیصر اس پرانی سلطنت کا حاکم اعلیٰ شہنشاہ تھا۔ بحیثیت شاہ پروسیا
کے ۲/۳ حصہ اس سلطنت کا اسکے زیرنگین تھا۔ بقیہ ۱/۳ حصہ پر اسکے اختیارات
بہت کم تھے۔ عموماً جو کچھ وہ کرتا بہ حیثیت شاہ پروسیا کے کرتا۔ اور دنیا سمجھتی کہ
اسے بہ حیثیت شہنشاہ جرمنی کے کیا ہے۔

امیر Chanceller دستور میں کسی کابینہ کی گنجائش نہ تھی
بسمارک کا دستور بنایا ہوا تھا وہ ذمہ دار شہنشاہی ایوان کے سامنے نہ تھا بلکہ
صرف شہنشاہ کے سامنے، اسنے وزراء کو منتخب نہیں کیا بلکہ عمال سے کام نکالا کرتا
جب ولیم (ثانی) شہنشاہ ہوا تو امارت Chancellership
گویا ختم ہو گئی۔ کیونکہ شہنشاہ امارت و وزارت کی کام خود ہی انجام دینا چاہتا تھا۔

شہنشاہی ایوان | دارالخواص ۱۸۷۱ء کے دستور کے مطابق

جرمنی کی امپیریل پارلیمنٹ میں دو ایوان ہوتے ایک دارالخواص، دوسرا دارالعوام۔ پہلے میں ریاستوں کی نمائندگی ہوتی اور دارالعوام میں عام لوگوں کی۔ دارالخواص گویا ۵۸ سفرا کا سفارتخانہ تھا۔ جس میں ہر سفیر اپنے ریاست کے احکام کے مطابق ووٹ دیتا۔ ریاست جب چاہتی انہیں واپس بلا لیتی۔

اسکے ارکین چار سو ہوتے تھے۔ ووٹ دینے کا حق ہر بالغ مرد کو تھا ہر جغرافی حلقہ ایک رکن کا انتخاب کرتا۔ دیہات کو باوجود آبادی گھٹ جانیکے زیادہ ارکین بھیجنے کا اختیار تھا۔ شہر عموماً اشتراکی عموین Social Democrate کا انتخاب کرتے۔ اور دیہی علاقے قدامت پرستاران اور دوسرے جماعتوں کا انتخاب کرتے۔ اسلیے شہر ونکو زیادہ ارکین بھیجنے میں اور جماعتیں کا ووٹ ڈالتیں

دارالخواص قانون سازی کا اصل سرچشمہ تھا اور دارالعوام کو کچھ اختیار نہ تھے امیر Chanceller اسکے آگے ذمہ دار نہ تھا اور نہ اس کے عمال اس کی کچھ زیادہ پروا کرتے۔ یہاں صرف شکایات کیجاتیں اور اگر وزارت کے خلاف تجویز بھی پاس کی جاتی تو وزارت علیحدہ نہیں کیجاتی۔ دارالعوام کو بجٹ پر اختیار تھا لیکن اگر بجٹ میں کوئی رقم نا منظور کی جاتی تو عاملان سلطنت Executive Authorities دوسرے رقموں سے کام نکال لیتے اس میں قوانین دارالخواص سے پاس ہوکر آتے اور خوب بحث و مباحثہ کے بعد طے ہوتے اور اگر یہ نا منظور کر دیا جانے پر تل جاتا تو برخاست کر دینے کی دھمکی دیجاتی۔

پروسیا کی سلطنت قبل از جنگ | جرمنی شہنشاہیت کو سمجھنے کیلیے

ضرورت ہے کہ پہلے پروسیا کو سمجھنا چاہیے۔ پروسیا سلطنت کے نظام

حصوں سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ ۱۸۵۰ء میں بادشاہ نے لیے ایک دستور بخشا تھا
جس میں ایک وزیر اعظم اور وزارت دار العوام اور دار الخواص کے ساتھ قائم
کی گئی تھی لیکن وزارت ان ایوانوں کے سامنے ذمہ دار نہ تھی۔

فوجی نظام | پروسیا پر فوجی نظام کی سرشاری ہمیشہ رہی۔ بسمارک
ولیم دوم اور اکثر فلسفی ہمیشہ جنگ کا وعظ قوم کو سناتے رہے۔

جنگ کے قبل | یوں تو جرمنی حکومت کا خاتمہ ۹ نومبر ۱۹۱۸ء میں ہوا
لیکن تباہی کے آثار قبل ہی سے شروع ہو گئے تھے اور اشتراکی عمومین کا مطالبہ
تھا کہ وزراء کو دار العوام کے سامنے ذمہ دار کر دیا جائے۔ پروسیا کے انتخابات
میں چار درجہ کا اصول اٹھا دیا جائے۔ اور دار العوام میں اراکین کا انتخاب
ایسا ہو کہ شہر و دیہات کا جائز حق مل جائے۔ چار درجوں کا اصول یہ تھا کہ
ملک میں ٹیکس دینے والوں کے چار درجے قائم کیے گئے تھے۔ اور ہر درجہ ایک ربع
اراکین کو منتخب کرتا۔ قیصر نے ہمیشہ ٹال مٹال کیا یہاں تک کہ جنگ کا زمانہ
پہونچ گیا۔

جنگ کا ابتدائی دور | جنگ کی ابتدا میں سیاسی کشمکش ہر ملک میں
ختم ہو جاتی ہے اور یہی حال جرمنی کا بھی ہوا۔ اشتراکی عمومین نے بھی پورا ساتھ
حکومت کا دیا۔ فوجی رہنمایان ملک کے اصلی حکمران ہو گئے لیکن جب ابتدائی
دور گذر گیا اور غلہ کی کمی سے ترددات بڑھے تو بے چینی کا ظہور ہوا گورنمنٹ
نے بے چینی کو اپنی ہاتھوں سے دبانا شروع کیا لیکن آخر کار چند اصلاحات کا
وعدہ کرنا ہی پڑا۔

۱۹۱۷ء کے عظیم الشان واقعات روسی انقلاب | مارچ ۱۹۱۷ء میں
روس کا انقلاب عالم کو عبرت دے گیا۔ اس نے اشتراکی عمومین کی حوصلے اور بلند کر دیے

ملک میں جو عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی اسنے انھیں اور بھی دلیر کر دیا "زار کے بعد
قیصر کے تباہی کا وقت آگیا ہے" یہی خواب ہر کوئی دیکھتا تھا۔

امریکہ کا داخلہ جب امریکہ جرمنی کے خلاف میدان میں آگیا تو قوم کی
بے چینی میں اور اضافہ ہو گیا۔ قوم نے سمجھ لیا کہ فوجی رہنمایان کے غرور نے سارے
دنیا کو جرمنی کا دشمن بنا دیا۔ یکایک جرمنی کو شکست ہونے لگی اور پریسیڈنٹ
ولسن کو التوائے جنگ کے لیے تار دیا گیا۔ اشتراکی عمومین کو پورے طور سے
کامیابی ہوئی اور جو کچھ انکا مطالبہ تھا مان لیا گیا ایک نئے امیر Chanceller
کا انتخاب ہوا، اصلاح انتخاب منظور ہوا وزراء ذمہ دار بنائے گئے اور دارالعوام
میں حلقوں کی نئی تقسیم ہوئی۔

شہنشاہ کی دست برداری کا اعلان حکومت کی اس بیچارگی میں
اعلان اصلاح سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا اشتراکی عمومین اور آزاد اشتراکین نے
مطالبہ کیا کہ ملک میں فوراً جمہوریت کا اعلان کر دیا جائے۔ پریسیڈنٹ ولسن کا
التوا کے متعلق جوابی تار کہ وہ فوجی حکمرانوں سے گفتگو نہیں کرینگے اور بھی سلطنت
کے لیے سم قاتل ثابت ہوا۔ عام بغاوت کی آگ مشتعل ہوگئی۔ نویں نومبر کو شہنشاہ کی
دست برداری کا اعلان کر دیا گیا۔ اور امیر نے عنان حکومت اشتراکی عمومین
کے رہنما ابرٹ Ebert کے ہاتھوں میں دیدی قیصر اعظم نے ہولینڈ کی راہ
لی اور فوجی رہنمایان سوئیزرلینڈ اور سویڈن کی طرف فرار ہوئے ہر جگہ کی ریاستیں
تباہ ہو گئیں۔ اور پورا جرمنی ایک فوجی سلطنت سے اشتراکی جمہوریت میں
تبدیل ہو گیا یہ پوری تبدیلی ایک ہفتہ کے اندر ہوئی اور بغیر کسی خونریزی کے۔

موجودہ جرمنی دستور جب ابرٹ کے ہاتھ میں عنان حکومت
آگئی تو اس نے چھ اراکین کی ایک مجلس قائم کی جن میں تین اشتراکی عمومین تھے

اور تین آزاد اشتراکین۔ اس مجلس نے ایک اعلان کیا کہ جرمن قوم کو موقع دیا جائیگا کہ ملک کے مستقبل حکومت کے لیئے فیصلہ کرے اسی وجہ سے لسنے بہ حیثیت عارضی حکومت کے التوائے جنگ کی اجازت دی۔ جنگ کے بعد اس میں اشتراکی عموین ایک طرف ہوگئے۔ اور آزاد اشتراکین دوسری طرف۔ آزاد اشتراکین اقتصادی انقلاب کو بھی مکمل کرنا چاہتے تھے۔ جب اختلاف زیادہ بڑھا تو آزاد اشتراکین نے علحدگی اختیار کی اور ملک میں اشتمالی طبقہ نے انقلاب پیدا کردیا۔ لیکن ابرٹ نے اشتراکی عمومین کی مدد سے انقلاب فرو کردیا۔

مجلس ویمار Veimar سنہ ۱۹۱۹ کے جنوری میں ۴۳۳ مندوبین کی ایک مجلس ویمار میں منعقد ہوئی تاکہ جرمن جمہوریت کے لیئے دستور تیار کرے ارکین کا انتخاب نمائندگی متناسب کے اصول پر ہوا تھا اور انتخاب میں ہر ایک کو ووٹ دینے کا اختیار تھا۔ اس مجلس میں اشتراکی عمومین ۶۵ تھے ان کے بعد مرکزی یا کیتھالک جماعت آتی اور تب عمومی بعد انکے آزاد اشتراکین۔

ابرٹ عارضی صدر منتخب ہوا اور ایک وزارت مختلف جماعتوں سے لیکر بنائی گئی۔ مختلف کمیٹیاں مقرر ہوئیں جن میں مختلف سیاسی خیالات اور جغرافی تقسیم کی نمائندگی تھی ان کمیٹیوں میں خوب خوب اختلاف رہا لیکن ایک دستور تیار ہوگیا جسکو مجلس کی بہت بڑی تعداد نے پسند کرلیا جولائی ۳۱ سنہ ۱۹۱۹ء میں اسے منظور کیا گیا۔

یہ دستور اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے چھہ کرور جرمن اقوام کی شایان شان ہے اس میں فرانس اور برطانیہ کے دستور سے بعض چیزیں اور محض کم ممالک متحدہ امریکہ سے بھی لی گئیں لیکن ان ملکوں کی بہت سی چیزوں کو نظر انداز بھی کردیا گیا۔ اس میں اقتصادی و عمرانی و شہریت کے حقوق کے متعلق دفعات موجود ہیں۔

اس دستور کی بڑی خوبی یہ ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں اسنے مختلف جماعتوں کے مشوروں کو تسلیم کر لیا ہے۔

حکومت ظاہرا وفاقی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں ایسی نہیں ہے ۱۹۱۸ء کے قبل ریاستوں کو جتنے اختیارات حاصل تھے سب قوم نی مرکزی حکومت کو دیدیا

دستور کی ترمیم

اگر دونوں ایوانوں کے دو ثلث اراکین کسی ترمیم کے حق میں ووٹ دے دیتے ہیں تو منظور سمجھی جاتی ہے اگر ایک ایوان نے منظور کر لیا اور دوسرے ایوان نے منظور کرنے سے انکار کر دیا تو اسے دو ہفتہ کے اندر مراجعہ کے لیے بھیج دینا پڑیگا چاہے عوام منظور کریں یا نہ کریں اگر دو ہفتہ کے اندر انھوں نے مراجعہ کے لیے نہیں بھیجا تو ترمیم منظور سمجھی جائیگی خود لوگوں کو بھی ترمیم کا حق ہدایت کے ذریعہ سے ہے لیکن اس میں جتنے ووٹر رجسٹر پر ہوں اُن کی اکثریت سے ترمیم ہو سکتی ہے۔

دستور کا تحلیل

دستور کا پہلا دفعہ اعلان کرتا ہے کہ حکومت جمہوری ہوگی اور سیاسی اختیارات کا سرچشمہ قوم ہوگی۔ ہر ریاست کو جمہوری ہونا پڑیگا۔ وزارت ذمہ دار ہوگی اور مجلس قانون ساز کیلیے ووٹ دینے کا حق ہر کسی کو برابر درجہ میں بلا واسطہ اور چپ چاپ ہوگا۔ اصول انتخاب میں نمائندگی متناسب جاری رہیگی سوائے ان پابندیوں کے ریاستیں جس طرح کا دستور مناسب سمجھیں بنائیں۔

قومی پارلیمنٹ کے مخصوص اختیارات میں امورات خارجہ امورات نوآبادیات حقوق شہریت، قومی حفاظت ٹیلیفون تار اور ڈاک زر کی مسکوکی (سکہ) وغیرہ کا انتظام ہے اسکے غیر مخصوص اختیار میں فوائد عامہ اور ٹیکس کا لگانا بھی ہے۔

دستور میں اسکی گنجائش رکھ دی گئی ہے کہ جب کبھی قومی پارلیمنٹ اور ریاستوں میں کسی حق کے متعلق جھگڑا ہو تو غیر معمولی عدالت اسکا فیصلہ کر دے۔

جرمن حکومت کی ہیئت ترکیبی (صدر)

جمہوریت کا عامل خاص صدر ہوتا ہے جسے عوام براہ راست سات سال کیلئے منتخب کرتے ہیں ایبرٹ کا زمانہ صدارت ۳۰ جون ۱۹۲۵ء تک کر دیا گیا تھا لیکن اسکے قبل اسکا انتقال ہو گیا۔

چونکہ صدر کیلئے یہ ضروری ہے کہ بین الکثریت حاصل کرے اسلئے دو انتخاب پندرہ روز کے اندر ضروری ہو گیا ہے ۱۹۲۵ء کے مارچ میں قوم پرستوں کے نیتا ہنڈن برگ اور مارکس میں زبردست مقابلہ ہوا جس میں اول الذکر کا انتخاب ہو گیا۔

صدر کیونکر علیحدہ کیا جا سکتا ہے

قومی پارلیمنٹ کے صدر پر عدالت عالیہ میں مواخذہ لایا جا سکتا ہے اور اس کے فیصلے سے صدر معزول ہو جائیگا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں اگر دو حصہ ارکین نے اسکے علیحدگی کا مطالبہ کیا تو صدر معطل ہو جائیگا اور تب مسئلہ عوام کے سامنے چلایا جائیگا لیکن اگر عوام نے معزولی کیلئے اکثریت کے ساتھ ووٹ نہیں دیا تو قومی پارلیمنٹ برخاست ہو جائیگی اور صدر کا گویا نیا انتخاب سات برس کے لیے ہو جائیگا۔

صدر کے عاملانہ اختیارات

جرمنی میں ذمہ دار وزارت کا اصول مستحکم کر دیا گیا ہے اسلئے صدر کو تمام احکام وزراء کے دستخط کے بعد صادر کرنے پڑتے ہیں اس پابندی کے علاوہ صدر کو اختیار ہے کہ قانون کو عملی جامہ پہنائے امن عامہ قائم رکھے دیوانی و فوجی حکام کو مقرر کرے یا علیحدہ کرے سیاست خارجیہ کے فرائض انجام دے اور صلحنامے مرتب کرے لیکن جنگ کا اعلان کرنا یا صلح پر دستخط کرنیکا اختیار قومی پارلیمنٹ کو ہے۔

قانون سازی میں صدر کا حصہ

صدر کو یہ اختیار ہے کہ قومی پارلیمنٹ کا پاس شدہ قانون وزیر کے دستخط حاصل کرکے عوام کے پاس مراجعہ کیلئے بھیج سکتا ہے جب وزارت قومی پارلیمنٹ کی سامنے ذمہ دار ہے تو پھر ایسا موقعہ شاید ہی مشکلوں سے ملے

صدر ذمہ دار وزارت کے سامنے ہی۔ امیر اصل حکمران فرانس و انگلستان کی
طرح ہو جائیگا۔

امیر | اسکا انتخاب صدر کے ہاتھوں میں ہے لیکن دوسرے وزراء کا انتخاب آپ
خود کرتا ہے۔ قومی پارلیمنٹ کی اکثریت کی امداد وزارت کو ہمیشہ حاصل رہنا چاہیے

وزارت | دستور میں اسکی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے لیکن آج کل بارہ وزرا کام کرتے ہیں
ایک امیر ہوتا ہے اور گیارہ خاص خاص محکموں کی افسری کرتے ہیں وزارت خارجہ، مالیات
خزانہ، قومی حفاظت، عدالت امورات اقتصادیات، رسل و رسائل، ڈاک، تار
غلہ اور مزدوروں کے الگ الگ محکمات ہیں۔

وزراء کے کام | انفراداً و اجتماعاً قومی پارلیمنٹ کے سامنے وزارت ذمہ دار ہے
وہ قانون بناتی ہے اور نظم و نسخ بھی کرتی ہے۔ جرمنی میں قانون سازی
اور عاملانہ فرائض کو الگ نہیں کیا گیا ہے۔

قومی پارلیمنٹ | جرمنی کے قومی پارلیمنٹ میں دو ایوان ہیں ایک کا
نام ریشسرٹ اور دوسرے کا ریشٹیگ ہے دارالخواص کے اختیارات بہت کم دیے گئے ہیں

ریشسرٹ دارالخواص | ہر ریاست یا آزاد شہر دس لاکھ پر ایک نمائندہ بھیج
سکتا ہے اسمیں ایک شرط یہ کردی گئی ہے کہ ہر ریاست ایک نمائندہ ضرور بھیجیگا
اور کوئی ریاست ۲/۵ حصے سے زیادہ نہیں بھیج سکتا ہے اسکی شرط سے پروشیا کے
اثر پر کاری ضرب لگی ہے کیونکہ پروشیا کی آبادی نسبتاً بہت ہی۔ اسکے جلسے کھلے ہوئے
ہوتے ہیں اور ہر رکن ووٹ دیتا ہے ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں
ان پابندیوں سے یہ صاف عیاں ہوگیا ہوگا کہ پرانے دارالخواص کی تمام خرابیوں سے
بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اور جگہ کے دارالخواص میں عموماً دارالعوام سے ہوکر قانون پہنچتا ہے

لیکن جرمنی میں ٹھیک الٹا ہے یہاں قانون دار العوام میں منظور ہوتا ہے اور اسکے بعد براہ راست صدر کی منظوری کے لیے چلا جاتا ہے۔ اگر دار الخواص نے اپنے احتجاج سے وزارت کو مطلع کر دیا تو پھر وہ دار العوام میں واپس چلا جاتا ہے اگر دونوں ایوانوں میں اتفاق کی کوئی صورت نہ نکلی تو صدر عوام کے سامنے قانون لے آسکتا ہے۔ اگر صدر نے ایسا نہ کیا تو دار العوام پھر ⅔ اراکین سے پاس کر دیتا ہے تب صدر کو یا منظوری لینی پڑتی ہے یا عوام کی سامنے لانا پڑتا ہے۔ دار الخواص کو سوائے اسطرح کی روک کے اور کوئی اختیار نہیں ہے۔

ریشسٹیگ (دار العوام) ۱۹۱۸ء کے قبل جرمنی میں اسکا خود بہت زیادہ اثر نہ تھا لیکن اب یہ وہاں کی اصل حکمران جماعت ہے۔ اس کے اراکین چار سال کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔ ووٹ دینے کا اختیار ہر مرد و زن کو بلا واسطہ اور مساوی ہے۔ جرمنی کے دار العوام میں انگلستان اور امریکہ کے دار العوام کی طرح ایک رکن ایک مخصوص جغرافی حلقۂ انتخاب کی نمائندگی نہیں کرتا۔ بیڈن Baden کا اصول نمائندگی متناسب جاری ہے۔

اراکین کا انتخاب جرمنی ۳۵ اضلاع میں منقسم ہے۔ ہر ضلع ایک رکن ساٹھ ہزار ووٹروں فی رکن کے حساب سے منتخب کرتا ہے۔ اضلاع کو قبل سے جگہیں نہیں دیجاتیں یہ منحصر ہے ووٹ کی رجسٹری پر۔ ہر سیاسی جماعت یا ووٹ دہندوں کی مخصوص تعداد فہرست اراکین کی پیش کر سکتا ہے اور جتنے اراکین کا چاہے نام لکھ دے سکتا ہے۔ ووٹ دینے والا مخصوص رکن کے لیے ووٹ نہیں دے سکتا بلکہ پوری فہرست کیلئے۔ اسکے بعد ساٹھ ہزار فی جگہ کے حساب سے اس جماعت کو اراکین چننے کا حق ہو جاتا ہے۔ جتنے ووٹ ساٹھ ہزار کے بعد بچ رہتے ہیں انھیں مجتمع کر کے پھر ساٹھ ہزار فی رکن کی حساب سے منتخب کرنے کا حق ہو جاتا ہے۔

بیڈن کا عام اصول | ہر بڑی بڑی سیاسی جماعت ۳۵ اضلاع اور ۱۷ یونین جو ہندوستان کی کمشنری کی طرح پر ہیں فہرست تیار رکھتی ہے جو ووٹ دیتا ہے وہ جماعت کو دیتا ہے۔ یہ تصور کرلیا گیا ہے کہ عوام ہر جماعت کی پالیسی و اصول سے واقف ہیں اور انہیں فرانتیات سے کوئی بحث نہیں۔ یہ بات بھی مان لی گئی ہے کہ فہرست میں جنکا نام اوپر ہے انہیں جماعت زیادہ ضروری سمجھتی ہے۔

بیڈن کے اس اصول سے کسی کا کوئی ووٹ ضایع نہیں جاتا جسطرح سے اور ملک میں چلا جاتا ہے۔ ہندوستان میں خود بعض لوگوں کو ضرورت سے زیادہ ووٹ آجاتا ہے لیکن وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ اپنی جماعت کے دوسروں کو فائدہ پہونچائیں اور اسی طرح سے جو لوگ انتخاب میں ہار جاتے ہیں ان کے ووٹوں کو اگر ان کی جماعت کی دوسرے ووٹوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو اس جماعت کے کچھ نہ کچھ رکن ضرور پہونچ جائینگے۔ انگلستان میں موجودہ حکمراں جماعت کو ثلث ووٹ سے زیادہ نہیں آیا لیکن وہاں بیڈن صاحب کا اصول جاری نہیں ہے اسلیئے دار العوام پر ⅔ حصہ پر ان لوگوں نے قبضہ کرلیا۔

انتخاب | کسی اتوار یا قومی تعطیل کے روز انتخاب عمل میں آتا ہے۔ انتخابی مجلس اضلاع، یونین اور پوری پارلیمنٹ کی مقرر کردی جاتی ہے یہی مجلس ووٹ دہندوں کا رجسٹر تیار کرتی ہے ہر ووٹر کو ووٹ کا کاغذ دے دیا جاتا ہے اور ووٹ دینے کے وقت وہ کاغذ لے لیا جاتا ہے اور جماعت کی فہرست ووٹر حوالہ کردیتا ہے۔

ریکسٹیگ یا دار العوام | مقررہ دن میں ریکسٹیگ جمع ہوجاتی ہے صدر بھی اسکو طلب کرسکتا ہے اگر ارکین کا ایک ثلث مطالبہ کرے تو اسے جمع ہونا پڑیگا۔ صدر امیر کے مشورے سے برخاست کرسکتا ہے۔ لیکن ہر برخاست کے بعد ساٹھ دنوں کے اندر انتخاب ہوجانا چاہیئے۔ صدر اجلاس

ملتوی نہیں کرسکتا ہے۔ دار العوام میں آنیکے قبل تمام مسائل سیاسی جماعتوں میں طے ہو لیتے ہیں اسلیئے دار العوام کی تقریروں میں کوئی خاص مزہ نہیں۔ سوالات کے بعد کوئی مباحثہ نہیں ہوتا اور نہ ووٹ لیا جاتا ہے۔

ہدایت و مراجعہ ووٹ دینے والونکا دسواں حصہ مطالبہ کرسکتا ہے کہ مراجعہ کیلیئے قانون عوام کے سامنے بھیج دیا جائے اور عوام اکثریت سے کسی قانون کو منظور کرسکتی ہے لیکن دستور کی ترمیم کیلیئے اتنی اکثریت ہونی چاہیئے کہ ووٹ کے رجسٹر پر جتنے نام ہیں انمیں سے زیادہ تعداد ووٹ دے۔

حقوق کا اعلان دستور میں حقوق و فرائض کا بھی ایک طویل اعلان ہے سیاسی آزادی، اقتصادی آزادی، تقریر و تحریر کی آزادی، دوسرے ملک جانیکی آزادی کا وعدہ ہے۔ اسکا اعلان ہے کہ ہر جرمن کا گھرانہ اس کا قلعہ ہے ہر قسم کے تفوق کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔ کسی جرمن کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی دوسری سلطنت سے کوئی خطاب قبول کرے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ حال میں شاہ کابل نے جب صدر جمہوریت کو خطاب دینا چاہا تو اس قانون پر دلچسپ مباحثہ شروع ہو گیا تھا۔ ان تمام اعلانات و مواعید کے بعد قومی پارلیمنٹ نے اس حق کو اپنے ہاتھ میں رکھ لیا ہے کہ وہ بوقت ضرورت بعض چیزوں کو مستثنی کرسکتی ہے۔

جرمنی کے دستور کا درخشاں چراغ اس دستور میں دنیا کے ایک حیرت انگیز معمہ کو حل کرنیکی کوشش کی گئی ہے ماضی کے تمام دستوروں میں جغرافی حلقوں کی نمائندگی عمومیت و قومیت کا سنگ بنیاد تصور کیا گیا ہے جس ملک کی طرف دیکھو اس پر فخر کرنا نظر آئیگا اور قومیت کے استحکام کے لیئے تمام قسم کے جذبات، خیالات کو دبانا ضروری بتایا جاتا ہے یہ تصور کرلیا گیا ہے

ایک جغرافی حلقہ میں چاہے مختلف العقاید لوگ بستے ہوں چاہے انکے میلان
طبع میں بعد المشرقین ہو اور اقتصادیات میں انکے مفاد بالکل متضاد ہوں لیکن
نمائندگی صرف ایک شخص کرسکتا ہے۔

خود ہندوستان میں فلسفہ سیاست کے خود ساختہ ماہرین نے انھیں اصولات
ومسلمات کو اعلان کرنے کے لیے اپنے شور و ہنگامہ سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اُن کے
خیال میں جغرافی اصول کی نمائندگی سے انکار فطرت کے قوانین کا انکار ہے
آفتاب کے طلوع اور غروب سے انکار ہے۔

میرے ایک دوست نے جب ایک آپس کے جلسہ میں انتخاب جداگانہ پر بحث
شروع کی اور محض اپنی فطری ذہانت سے یہ اصول پیش کیا کہ انتخاب جداگانہ
اصل میں فطرتی تقسیم ہے کیونکہ اس سے خیالات کی نمائندگی ہوتی ہے اور انتخاب
مخلوط جو جغرافی حلقوں میں ہوتا ہے غیر فطری ہے کیونکہ اسمیں خیالات کی
تقسیم کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ تو زعمائے ملت کا پورا مجمع کھلکھلا پڑا اور ایک
صاحب نہایت افسوس کرتے ہوئے رطب اللسان ہوئے کہ تم دستور کی الف با
سے بھی واقف نہیں۔

جغرافی تقسیم کے ان متوالوں کو کون بتائے کہ انکا فلسفہ سیاست تار عنکبوت کی طرح
جنگ کے بعد پارہ پارہ ہوگیا ہے روس میں یک قلم یہ تقسیم اٹھا دی گئی ہے اور دوسرے
ممالک میں بطور تصفیہ یہ جاری باقی ہے لیکن افسوس کہ ان حضرات کی سیاسی
لغت بیسویں صدی کے الفاظ سے معرّی ہے۔

میں نے یہ طویل واقعہ اسلیے سپرد قلم کیا کہ ہمارے تمام زعما فلسفہ سیاست سے
یک قلم نابلد ہیں۔ ان کی انتہائی پرواز برطانیہ کے دستور تک ہوتی ہے اور بعض اگر
اور بھی کچھ ہمت کر بیٹھے تو نوآبادیات کے دستوروں پر نظر دوڑا دی۔ ان

بیچاروں تک یہ حقیقت بھی نہیں کھلی ہے کہ برطانیہ اور اوسکے حوارین کے ممالک
میں ایک قوم بستی ہے جسکی ایک زبان ایک روایات اور ایک مذہب ہے جو
لوگ ان سے مختلف مذہب رکھتے تھے یا مختلف قومیت رکھتے تھے وہ سب انھیں میں
آملے ہیں۔ بقیہ پرانی اقوام جو ان ممالک میں بستی تھیں یا بستی ہیں وہ فطرت کے
قوانین کا شکار ہوتی جاتی ہیں۔ اور ان کے متعلق برطانیہ کے دستور میں گنجائش
نکالنے کی زحمت نہیں کی گئی ہے۔ اگر ہندوستانی اپنے ممالک کا دستور بنانا
چاہتے ہیں تو انھیں انگلستان یا اُسکے نوآبادیات کی طرف بھولے سے بھی
نہیں دیکھنا چاہیے لیکن ہماری بدقسمتی کا یہ عالم ہے کہ ہم خدا سے بھی دعا کرتے ہیں
تو انگریزی فلسفۂ خیالات کے ماتحت۔ اور جب دستور کا تذکرہ کرتے
ہیں تو "مادر" "پارلیمنٹ" کے بنائے ہوئے قوانین کے الفاظ میں۔ اگر برِاعظم
ہندوستان کے لیے کوئی دستور بنانا ہے تو ایسے ممالک کی طرف دیکھنا چاہیے
جہاں خیالات کی کشمکش ہندوستان کے ایسی ہے اور یقیناً اس سلسلہ میں
روس، آسٹریا، اطالیہ، جرمنی اور سوئیزرلینڈ کے دستوروں میں بہت سا
مواد ملے گا۔ میں نقل کو دماغ کے افلاس سے تعبیر کرتا ہوں اسلیے تمام دنیا کے
دستوروں کی کامیابیاں اور ناکامیابیاں جاننے کے بعد بھی ہمیں اپنے مخصوص
عمرانی، سیاسی، اقتصادی، مذہبی حالت کو نظر انداز نہیں کرنا پڑیگا۔ شاید
فضلِ الٰہی سے ہندوستان کا دستور ایک بہترین عطیہ ہو جس سے دنیا
کے سیاست کی گتھیاں سلجھانے میں ہر کوئی مدد لے۔

اقتصادی کونسل | جرمن دستور یوں تو سرتاپا قوم کیلیے خریطۂ
آزادی ہے لیکن خاص کر اُس کا ایک سو پینسٹھ دفعہ ایک درخشاں
آفتاب ہے۔ اس دفعہ کے رو سے ملک کے سیاسی اور اقتصادی طاقتوں کے

درمیان ایک پل باندھ دیا گیا ہے۔ یورپ کے دو فلسفہ سیاست کے درمیان ایک سیاسی نمائندگی اور دوسرا پیشہ کی نمائندگی کا۔ جرمنی کا دستور توازن کا کام کرتا ہے۔ ویمار کی مجلس نے دستور کی بنا جغرافیہ پر رکھا تھا لیکن پیشہ کی نمائندگی کا اصول بھی اسے جاری کرنا پڑا۔ اس دفعہ میں اسکا صاف اعلان ہے کہ اقتصادیات کے تمام مسائل اس مجلس کے حوالہ کر دیئے جائینگے جسمیں مزدور اور مالکان کی نمائندگی برابر ہوگی۔ مزدوران کی تنظیم مقامی ہوگی اور انکی مقامی تنظیم سے ضلع کی مجلس میں نائبین جائینگے۔ اور اضلاع مزدور انکی قومی مجلس کے لیے نائبین منتخب کریں گے۔ مالکان کی بھی تنظیم اسی طرح ہوگی جب دونوں جماعتیں منظم ہو جائینگی تو اضلاع اور قومی مجلس میں برابر برابر کی تعداد میں بیٹھکر مزدوری و ملکیت کے تمام معاملات پر بحث ہوا کریگی۔ اگر اس کانسل کے تمام کاموں کا کوئی حال جاننا چاہتا ہو تو اس کتاب سے مل سکتا ہے۔

Hermann Finer's Representative Govt & a Parliament of Industry London 1923.

اس مجلس کے کام ایک بڑی حد تک محض مشورتی ہیں جب قومی وزارت کوئی معاشرتی و اقتصادی قانون بنانا چاہتی ہے تو دار العوام میں پیش کرنیکے قبل اُسے اقتصادی مجلس کے پاس بھیج دینا پڑتا ہے۔ لیکن باوجود اسکی نامنظوری کے دار العوام میں یہ قانون پاس ہو سکتا ہے۔

اقتصادی مجلس مسودہ قانون دار العوام میں خود بھی پیش کر سکتی ہے دستور میں یہ بات بین طور سے بیان نہیں کی گئی ہے کہ اقتصادی مجلسوں کی تنظیم کیونکر ہوگی۔ ان کا کام کیا ہوگا اور ان پر پابندیاں کیا عاید ہونگی۔ موجودہ اقتصادی کانسل عارضی طور سے بنا دی گئی ہے

موجودہ مجلس میں ۳۲۶ اراکین ہیں ۔ دس درجے قائم کیے گیے ہیں جس میں مالکان اور مزدوران کی نمائندگی ہوتی ہے ۔ یہ دس درجے مندرجہ ذیل ہیں

نمبر۱	زراعت و جنگلات	۶۸	اراکین
نمبر۲	باغات وماہی	۶	"
نمبر۳	صنعت و حرفت	۶۸	"
نمبر۴	تجارت و بینک و بیمہ	۴۴	"
نمبر۵	رسل و رسائل و فوائد عامہ	۳۴	"
نمبر۶	دستی صنعت	۳۶	"
نمبر۷	حکام و پروفیشن	۱۶	"
نمبر۸	خرچ کرنیوالے سلک	۳۰	"
نمبر۹	جرمن ریاستیں جنکو دارالخواص منتخب کرتے ہیں	۱۲	"
نمبر۱۰	جرمن قوم جنکو وزارت منتخب کرتی ہے	۱۲	"
		۳۲۶	اراکین

کانسل کے اختیارات

وزارت تمام عمرانی و اقتصادی مسائل کو اس مجلس کے سامنے بھیج دیتی ہے اور یہاں ووٹ فرداً فرداً نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے مخصوص دائرہ میں ووٹ دیا جاتا ہے ۔ اس مجلس کا مشورہ چونکہ وقیع ہوتا ہے اس لیے مختلف جماعتوں کے خیال سے دونوں ایوانوں کو مطلع کر دیا جاتا ہے ۔ اس کے بہت سے مشوروں پر ایوان عمل کر چکے ہیں ۔ چونکہ مزدور اور مالکان کا ووٹ برابر ہے اسلیے حکومت اور گاہک و خریدار جس طرف ووٹ دیتے ہیں پلہ بھاری ہو جاتا ہے ۔ اس مجلس کے انعقاد کے قبل ہی خود دارالعوام

عمل کرچکی ہے۔ چونکہ مزدور اور مالکان کا ووٹ برابر ہے اس لیئے حکومت اور گاہک وخریدار جس طرف ووٹ دیتے ہیں پلہ بھاری ہوجاتا ہے۔ اس مجلس کے انعقاد کے قبل ہی خود دارالعوام بہت سا اقتصادی انقلاب کرچکی ہے۔ دو مش سپاہی جوار بھاٹے کی وجہ سے اس مجلس کو زیادہ بااختیار ہونے میں دقت ہو رہی ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سویٹ اصول کے بین بین نہایت حیرت انگیز راستہ نکالا گیا ہے۔

اب اخیر میں ایک نہایت ہی دلچسپ مباحثہ باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جرمن حکومت کے ساتھ اس کی روح میں بھی تبدیلی آئی ہے یا نہیں؟۔

جرمن حکومت کی روح اس کی نوکر شاہی تھی۔ اس نوکر شاہی کی تنظیم، طاقت اور عقل سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔ یہی نوکر شاہی وہاں کی حکمران جماعت تھی۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس نوکر شاہی نے پوری جرمن قوم کو بے جان تصور کرلیا تھا اور کبھی اونھیں حکومت کا طریقہ سمجھنے نہیں دیا۔

۱۹۱۸ء میں یکایک اس مضبوط قلعہ میں زلزلہ پڑگیا اور عظیم الشان شہنشاہیت، اشتراکی جمہوریت ہوگئی۔ ایک زین کا بنانے والا شہنشاہ جرمنی کے تخت پر اچک کر جا بیٹھا۔ اور شاہوں اور نوابوں نے فرار کی راہ ڈھونڈھی۔ یہ سب ہوگیا لیکن نوکر شاہی کا زور نہ ٹوٹنا تھا نہ ٹوٹا۔

آج تک یہ امر تحقیق سے مرتا ہے کہ اوسکا فرض اولین جرمن

قوم کو اعلےٰ درجہ کی طاقت وری کی طرف راہنمائی کرنا ہے نہ کہ عوام کے احکام کی پابندی۔

اسی لیے ہر مبصر سیاست کے آگے قیصر کی واپسی بہ حیثیت صدر جمہوریت جرمنی کے سیاست کا ایک زندہ مسئلہ ہے۔ کیا وفادار ہینڈن برگ کا انتخاب کسی عظیم الشان انقلاب کا پیش خیمہ ہے +